بس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو

مجالس ذکر

حصہ اول

از افادات

شیخ طریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

بانی و امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

شعبہ نشر و اشاعت

انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فہرست مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ
۱	ذکر الٰہی کی خاصیتیں	۵
۲	کامل کی صحبت کا اثر	۱۳
۳	ذکر الٰہی کی تاثیر	۲۱
۴	مکمل صحت یافتہ انسان	۲۹
۵	تعلیم صحیح اور صحبت	۳۸
۶	اطمینان قلب کا قرآنی نسخہ	۴۴
۷	اچھی اور بری صحبت	۵۱
۸	عجب اور اس کا علاج	۵۷
۹	اخلاص فی العبادت	۶۳
۱۰	مرض تطفیف اور اس کا علاج	۷۲
۱۱	موت محمود	۸۶
۱۲	کبر اور اس کا علاج	۹۷
۱۳	دل کے چین کا نسخہ	۱۰۴
۱۴	دشمن دین' بیوی اور اولاد	۱۱۴
۱۵	مکان نہیں مکین واجب العزت ہے	۱۲۳
۱۶	برزگان سلف کا ادب	۱۳۲
۱۷	اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفات	۱۴۲
۱۸	اللہ کو سالم دل والا انسان چاہئے	۱۵۷
۱۹	سبیل الرشد اور سبیل الغیّ	۱۶۸
۲۰	حیوٰۃ طیبہ	۱۷۵

ضروری عرضداشت

اللہ تعالیٰ نے جن اپنے بندوں کی خدمت بسلسلہ عالیہ' قادریہ' راشدیہ' میرے ذمہ لگائی ہے۔ وہ جمعہ کی رات کو میرے پاس تشریف لاتے ہیں۔ انہیں بعد از نماز مغرب سلسلہ عالیہ' قادریہ' راشدیہ' کے طریقہ پر ذکر جہر کراتا ہوں۔ اس لئے ان کی روحانی اصلاح کے پیش نظر کتاب و سنت کی روشنی میں کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ یہ مجلس ذکر کہلاتی ہے۔ مجلس ذکر میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کہلوایا ہے۔ وہ افادہ عام کے لیے کتابی صورت میں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور اس چیز کو مسلمانوں کی ہدایت اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین یا الہ العالمین)۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

۳ شوال ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲۶ مئی ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ

ذکر الٰہی کی خاصیتیں

تربوز کی رنگت دلکش اور جاذب ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ میٹھا' اس کا شربت تشنگی کا دافع' اور اس کا کھانا' اشتہاء انگیز ہے۔ بعینہ ذکر الٰہی ہے' ذکر خفی ہو یا ذکر جلی' ذاکر ہر طرح سے اس سے مستفید ہوتا ہے۔ ذاکر اس کی بدولت ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو جاتا ہے۔

جب انسان دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے کٹ جائے تو اگر زمین کے اوپر ہو گا خوش ہے نیچے ہو گا تو خوش۔ تکالیف آئیں گی بھی تو اس پر اثر نہ ہو گا' تعلقات ہی تو کھینچتے ہیں۔ جب ادھر کا ہو گیا تو اسے دنیا چھوڑنے میں دکھ نہیں ہو گا۔ راحت اور لذت اسی میں ہے کہ انسان دنیا سے کٹ جائے اور اللہ سے جڑ جائے اس لذت کے مقابلہ میں دنیا کی سب لذتیں ہیچ ہیں۔ ذکر کی اہمیت یہ ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ

بعض احباب سے جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں ذکر کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ معدودے چند ایسے بھی ہیں۔ کہ دو ہزار دفعہ کرنے کو کہا جائے تو چار ہزار دفعہ کرتے ہیں۔ اس طرح ذاکرین میں فرق مراتب ہو جاتا ہے۔

طالب کی دو چیزوں سے ترقی ہوتی ہے۔ اپنی ریاضت اور شیخ کی توجہ۔ جیسے پودے کو مالی پانی دیتا ہے اور زمین اس کی جڑوں کو کھینچ کر اپنی چھاتی کے اندر رکھتی ہے تو وہ بڑھتا ہے۔

مالی اس وقت تک پانی دیتا رہتا ہے جب تک کہ اس کی جڑیں خود بخود زمین سے خوراک جذب کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین جڑ کو کھینچ کر اپنی چھاتی کے اندر رکھتی ہے۔ اول تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ شیخ کی توجہ پانی کا کام دیتی ہے۔ اگر مل جائے تو اس سے اخذ فیض کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

اخذ فیض کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے

۔ ظاہری علوم کے لئے (۵۰) فیصدی استاد کا ادب اور (۵۰) فیصدی طالب علم کی محنت ہو تو ترقی ہوتی ہے۔ فیض باطنی کے لئے (۱۰۰) فیصدی ادب کی ضرورت ہے۔

دنیا ایک گورکھ دھندا ہے۔ یہاں کئی لذات ہیں۔ اولاد بیوی مال سب پیاری ہیں۔ حقیقی لذت وہ پائے گا جو ان سب سے کٹ جائے گا۔ تو بارگاہ الٰہی میں سالم دل لے کر حاضر ہو گا۔ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ۔ کسی عارف نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو!
گرچہ غرق بدریا است خشک پر برخاست

سمندر کے سفر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ پرندہ سطح آب پر بیٹھا ہوتا ہے۔ موجیں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی آتی ہیں۔ اور اس کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہو گیا۔ جب موجیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو وہ چپکے سے اڑ جاتا ہے۔ گویا موجوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مسلمان کو اس طرح دنیا میں رہنا چاہئے۔ بظاہر سب سے ملے لیکن دل فقط اللہ ہی سے لگائے۔

ذکر الٰہی سے انسان فرشتوں سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ فرشتے بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں کو بھی فرشتوں کی طرح اولیاء اللہ پیدا کر سکتا تھا۔ مگر انسان کے لئے دنیا امتحان گاہ ہے

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ؕ

اللہ کے پاک نام میں بے شمار برکتیں ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے۔ پھر دل چاہتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر خدا کو یاد کریں۔ اور ہمارے پاس کوئی نہ آئے اگر آئے تو جلدی اٹھ جائے۔ کوئی آئے تو دل گھبرائے۔ جتنا دل گھبرائے گا اتنا درجہ بلند ہو گا۔ پھر دنیا کے طالبوں سے دل گھبراتا ہے۔ یہ ماسوا اللہ سے کٹ جانے کی علامت ہے۔ ایسے شخص کو مرد ہو یا عورت زیب و زینت بھی پسند نہیں آتی۔

زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساء

اس کو ذرا بدل لیا جائے تو یوں ہو جائے گا۔

زیب و زینت بس ہمینم نام من بندہ خدا

اللہ کے سوا" ہمارا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے۔ ذکر الٰہی میں ہر وہ لذت آتی ہے۔ کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر اور تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کو نہیں آتی۔ قرآن کہتا ہے۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ (الآیہ) پہلے بیوی کا ذکر فرمایا بیوی آئی تو دین گیا۔

اب ماسوا اللہ سے کٹ کر دنیا میں رہنے والوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

حضرت مرشدنا حافظ محمد صدیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک بزرگ آیا کرتے تھے۔ جن کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب تھا۔ اولیاء کرام میں سے تھے۔ جب صاحب زادہ صاحب کے انتقال کی ان کو اطلاع دی گئی۔ تو فرمایا کہ مجھے کیا کہتے ہو اٹھا کر گڑھے میں ڈال آؤ۔ یہ ہے قلب سلیم۔ مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ نفع وہ پائے جو سالم دل لائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کا نام لینے کی ضرورت ہے۔

دوسرے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ بیٹا بیمار تھا رات بھر سرہانے بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہے۔ جب انتقال ہو گیا تو پھر

چادر ڈال دی۔ جو پوچھنے آتا اس سے فرما دیتے آرام آگیا ہے۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جماعت کو اطلاع دی۔ اور کفن و دفن کی تیاری کے لئے حکم دیا۔

مریض کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک علاج دوسرا پرہیز۔ جہالت اور غفلت بہت مہلک بیماریاں ہیں۔ خدا یاد نہ کیا تو مرنے کے بعد یہ بیماریاں ساتھ جائیں گی۔ اور قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیں گی۔ حشر میں بھی تڑپائیں گی اور اس کے بعد جہنم رسید کرائیں گی۔ غفلت اور جہالت دق سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ دق کا مریض زندگی میں تڑپتا ہے مرنے کے بعد سب تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔

اللہ کا ذکر علاج ہے۔ مشتبہ اور حرام مال سے بچنا پرہیز ہے۔ حرام کھانے سے عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ حرام کی تمیز عام لوگوں کو نہیں ہے۔ حرام دو قسم کا ہے۔ (۱) ظاہری (۲) اور باطنی۔ عوام تو فقط ظاہری حرام حلال کی تمیز کر سکتے ہیں۔ باطنی حرام کی تمیز خواص کو ہوتی ہے۔ بکری حلال ہے لیکن چوری کی ہو تو حرام ہو جاتی ہے۔ یہ باطنی حرام ہے خواص کو اس کی بھی تمیز ہوتی ہے۔

اور سنئے اگر ایک بازاری عورت کسی دوکاندار کو اپنی حرام کی کمائی کا پانچ روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا خریدے اس کے بعد دوسرا گاہک دس روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا لے اور باقی رقم میں اگر دوکاندار اس کو اس بازاری عورت والا پانچ روپے کا نوٹ دے دے تو خواص اس نوٹ کو دیکھ کر بتلا دیں گے کہ یہ حرام کی کمائی ہے۔ یہ دراصل تزکیہ نفس ہی کی برکت ہے۔ جسے "تصوف" کہا جاتا ہے۔

ہمارے خاندان قادریہ کے بزرگوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ دنیا داروں کے نذرانے علیحدہ جمع رہتے تھے۔ ان سے دنیا داروں کی ہی دعوت کا کھانا تیار ہوتا تھا۔ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو ان کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی فقیر نے کسی دنیادار کو کسی چیز میں کھانڈ ڈال کر دی اور کچھ ہاتھ میں لگی رہی تو حکم تھا کہ ہاتھ کو چاٹا نہ جائے بلکہ دھو ڈالا جائے۔ جماعت کو نیک لوگوں کے نذرانے کھلائے جاتے تھے۔ پھر جماعت میں جو رنگ پیدا ہوتا تھا اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حضرت حافظ محمد صدیق رحمتہ اللہ علیہ کا نابینا خادم تھا۔

اس نے کسی سے کچھ روپے لینے تھے۔ ایک بینا شخص کو ساتھ لے کر مقروض کے پاس گیا۔ سارا دن سفر کر کے شام کو اس کے ہاں پہنچے۔ اس گاؤں میں کسی کے ہاں شادی تھی وہاں باجے کی آواز آنے لگی تو ساتھی سے کہنے لگے کہ چلو یہاں سے نکل چلیں۔ اس نے جب کہا کہ سارا دن سفر کر کے تھکے ماندے ہیں اب ذرا آرام کر لیں۔ تو جواب دیا کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ فلاں بزرگ کا فلاں خادم اس گاؤں میں موجود تھا جہاں باجے بج رہے تھے تو میرے پیر کی بدنامی ہو گی۔ یہ ہے تصوف جو اس کے منکر ہیں وہ بے سمجھ ہیں۔

○ حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے پاک نام میں بے شمار خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ انسان ماسوا اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاتا ہے۔ اس کے لئے علاج یہ ہے کہ ذکر بکثرت کیا جائے۔ اور پرہیز یہ ہے کہ مشتبہ اور حرام سے بچا جائے۔

(وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)۔

۱۰ شوال ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲ جون ۱۹۵۵ء

کامل کی صُحبت کا اثر

ہم اس حلقہ ذکر میں اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اصل میں یہ حلقہ ان احباب کے لئے ہے جنہوں نے قادری خاندان میں میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور دوست بھی آتے ہیں۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔ جس کا دل چاہے شامل ہو۔ ہم کسی کو روکتے نہیں۔ میں وقتاً فوقتاً خاص احباب کے لئے عرض کرتا رہتا ہوں تاکہ اس سے ان کو کچھ فائدہ ہو اور وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ بیعت لینے والا بھی ذمہ دار ہے کہ وہ اپنے متعلقین کو ایسا راستہ سمجھائے۔ کہ وہ جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں۔ بیعت کنندہ عہد کرتا ہے کہ شیخ ' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم بتلائے گا اس پر عمل کروں گا۔

امراض روحانی کا علاج صحبت شیخ کے سوا کچھ نہیں۔ کتابیں پڑھنے سے یہ دور نہیں ہوتے۔ دینی مدارس میں کتابوں پر عبور ہو جاتا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لئے

علماء کی بھی کماحقہ اصلاح نہیں ہوتی۔ بعض امراض روحانی جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر سے ورے ختم ہو جاتی ہیں۔ روحانی بیماریاں ساتھ جاتی ہیں۔ زمینداروں ٬ تاجروں اور سرکاری ملازمین کو تو جانے دیجئے اہل علم بھی ان سے نجات نہیں پا سکتے جب تک کہ خاص اہتمام نہ کریں۔ مدارس عربیہ میں طلبہ کو علم "دانستن" کے درجہ پر حاصل ہوتا ہے "داشتن" کے درجہ پر نہیں۔ یعنی دین سمجھ کر آتے ہیں۔ لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر دین کا عملی رنگ چڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس لئے علماء کے اندر بھی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔

نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے سوا باقی تمام کمالات نبوی ﷺ کے حاملین اب تک رہے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انہیں کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہیں۔ موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں۔

اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ ان کے بغیر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں رہنے والے بھی محروم رہے۔ جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہ پاس ادب تھا نہ عقیدت تھی اور نہ اطاعت کرتے تھے۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی تھے مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے ایک شخص مرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ خود پڑھائی۔ اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۰) منافقین مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تین نمازیں با جماعت پڑھتے تھے مگر ان کی نمازوں کے متعلق ارشاد باری ملاحظہ ہو۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (سورۃ النساء رکوع ۱۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافقین کا پتہ لگانا ہو تو فجر اور عشاء میں دیکھ لیا کریں ان دونوں نمازوں میں وہ غیر حاضر ہوں گے۔ مسجد نبوی کے ایک حصہ کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "مَا بَيْنَ

بَیْتِی وَ مِنْبَرِی رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ" منافق وہاں بھی نماز پڑھتے رہے ہوں گے لیکن چونکہ ادب عقیدت اور اطاعت نہ تھی اس لئے جہنم کا ایندھن بنے۔

میرے دو مربی ہیں مخدومنا حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمہ اللہ اور مخدومنا حضرت مولینا سید تاج محمود صاحب امروٹی رحمہ اللہ۔ حضرت دین پوری رحمتہ اللہ علیہ میری بیعت کے بعد ۴۰ سال تک زندہ رہے۔ مگر میں نے کبھی ان کو تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا۔ شیخ کامل اور طالب صادق کا دل رابدل رہے است والا معاملہ ہوتا ہے۔ ان کے جوتوں کی خاک سے بہت کچھ ملا۔ اس لئے میرے دل میں ان کی بے حد قدر ہے۔ میرا فرض ہے آپ کو توجہ دلانا اور آپ کا فرض ہے عمل کرنا۔

روحانی بیماریوں کا علاج قرآن میں ہے لیکن اس کے لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اگر ان سے شفا ہو گئی تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی ورنہ جہنم کا گڑھا ہو گی۔ ان بیماریوں میں سے ایک کبر ہے۔ کبر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں ذرا سا تکبر ہو گا

وہ بہشت میں نہ جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ حق کا انکار اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا یہ کبر ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں کبر نکل جاتا ہے۔ وہ ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ایک یہ دعا بھی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر انانیت نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام کے اندر نہ رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ملاحظہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر نبی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے لیکن چونکہ ہستی فنا ہو چکی ہے اس لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ "میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں؟؟"

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر' فرنگ' ملحد اور زندیق کو انسان اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھے۔ یہ ان کا حال ہے ان کی ہستی فنا تھی۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کی صحبت میں ہستی فنا ہوتی ہے۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے

ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ "انا" بھی ہو اور اللہ بھی ہو یہ ناممکن ہے۔ "انا" مرتی ہے تو رنگ چڑھتا ہے۔

آنچہ ازدل مے خیزد بردل مے ریزد

ایک دفعہ نواب بہاول پور نے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا خیال ظاہر کیا تو کئی مقامات سے دعوت نامے آئے۔ میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت نامہ تو نہ آیا مگر وزیر صاحب خود ان کے ہاں حاضر ہوئے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وزیر صاحب فقیر خود بہاول پور چلے گا۔ اونٹ پر اپنی دیگ لاد کر لے جائے گا۔ جو رزق اللہ دے گا اس میں سے سب کھائیں گے۔ نواب صاحب کی دعوت نہ کھائیں گے۔ پھر فقیر نواب صاحب سے جو کہے گا وہ کانوں سے گزر کر نواب صاحب کے دل پر پڑے گا۔ نواب صاحب کی آنکھیں کھلیں گی۔ پھر وہ آپ سے ریاست کا حساب لیں گے اور آپ ان کو زہر دے کر مار دیں گے نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہو تو بندہ حاضر ہے۔ وزیر صاحب نے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ ایسا پیر ہمیں نہیں چاہئے۔

میں نے صرف ایک روحانی بیماری کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ روحانی بیماریاں بے شمار ہیں۔

نفس ماہاں کمتر از فرعون نیست
لیک اورا عون مارا عون نیست

بعض اوقات گدڑی میں لال ہوتے ہیں

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اس قسم کے لوگوں کی دل آزادی کرنے سے بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ روحانی بیماریاں صحبت کے بغیر نہیں نکلتیں۔

حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کی نظیر نہ تب تھی نہ اب ہے۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس آپ کے ہاں آیا۔ اور عرض کی کہ "حضرت کپتان پولیس نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ اپنی سواری کا گھوڑا قیمتاً" مجھے دے دیں۔" فرمانے لگے کہ "تمہیں خدا کی قسم ہے جس طرح ان کا پیغام مجھ کو دیا ہے اسی طرح میرا پیغام بھی ان کو پہنچا دینا۔ میں نے گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہیں اور جہاد انگریزوں سے کرونگا۔ تم تو گھوڑا

مانگتے ہو' میں تو تم کو اپنا اور گھوڑوں کا پیشاب آنکھ میں ڈالنے کے لئے بھی نہیں دے سکتا۔" اس کے باوجود جب کبھی خاص بات فرمانی ہوتی تو فرماتے "ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا ہے۔" اللہ کے پاک نام کی برکت سے پیدا شدہ جراءت جو فقط کتابوں کے پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی باطنی برکت جو کاملین کی صحبت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

۱۷ شوال ۱۳۷۴ھ بمطابق ۹ جون ۱۹۵۵ء

ذکر الٰہی کی تاثیر

آج کل ذکر الٰہی میں اگر لذت نہیں آتی تو اس کا سب سے بڑا سبب اکل و شرب، حرام و مشتبہ مال ہے۔ اکل حلال کے ساتھ صدق مقال بھی ہو تو اللہ کے ذکر کا فوراً اثر ہوتا ہے۔ اور طبیعت میں فرحت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر دل مسخ ہو جائے تو پھر اثر نہیں ہوتا۔ جس طرح ننگے پاؤں پھریں اور ابتداء میں کانٹا ہی چبھ جائے تو فوراً احساس ہوتا ہے۔ لیکن اگر ننگے پاؤں پھرتے پھرتے پاؤں کے تلووں کا گوشت سخت ہو جائے تو کانٹا تو بجائے خود رہا، داغ بھی دیا جائے تو اثر نہیں ہوتا۔

ژرب کی دھوپ اور پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے والے بدویوں کے پاؤں اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ ان کو داغ دینے کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ یہی حال دیہات کے زمینداروں کا ہے۔ اسی طرح دل میں اگر نور فطرت موجود ہو تو ذکر الٰہی کا اثر فوراً ہوتا ہے۔ تیز چھری سے بکری ایک

منٹ سے بھی پہلے ذبح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی گردن میں ہڈی نہیں ہوتی۔ لیکن سور اس چھری سے ذبح ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے گلے میں سخت ہڈی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ سور گردن کو موڑ نہیں سکتا۔ جو سور کا شکار کرتے ہیں وہ اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب سور ان پر تیزی سے دوڑتا ہوا حملہ آور ہوتا ہے تو وہ ذرا سا دائیں یا بائیں ہٹ کر اس پر وار کرتے ہیں۔ گلے میں ہڈی ہونے کی وجہ سے سور کو کلہاڑی سے اس طرح ذبح کرتے ہیں جس طرح لکڑی کو کلہاڑے سے پھاڑتے ہیں۔ تب جا کر وہ ذبح ہوتا ہے۔

حرام کھانے سے دل اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اپنی اصلاح کے لئے ریاضت نہ کرے اور شیخ کامل اس کے قلب پر توجہ نہ کرے۔

حرام کی دو قسمیں ہیں (۱) صورتاً" حرام مثلاً" سور' کتا (۲) حقیقتاً" حرام مثلاً" بکری کا گوشت بظاہر حلال ہے۔ اگر چوری کی بکری ہو تو اس کا گوشت حقیقتاً" حرام ہو گا۔ اللہ

تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دونوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)۔

ہر مسلمان فقط اس چیز کا مکلف ہے کہ جو چیزیں شریعت نے حرام کی ہیں ان سے پرہیز کرے اور جو چیزیں بظاہر حلال اور حقیت میں حرام ہیں ۔ مثلاً" چوری کی بکری کا گوشت یا چوری کی بھینس کا دودھ ۔ اس قسم کی حرام چیزوں کی تمیز ہر مسلمان نہیں کر سکتا سوائے ان اولیاء کرام کے جن کو اللہ نے نور باطن عطا فرمایا ہے اور نور باطن کی بینائی سے وہ حقیقتاً" حرام یا حلال کی پہچان کر سکتے ہیں۔ اس لئے وہ اولیاء کرام بظاہر حلال اور حقیقت میں حرام چیزوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

جن مسلمانوں کو اس درجہ نور باطن حاصل نہیں ہے وہ ایسی چیزوں کو استعمال کرنے سے اگرچہ شرعاً" مجرم نہیں ہوں گے مگر وہ حرام چیز باطن میں اپنا اثر ضرور دکھلائے گی ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عبادت کی توفیق ہی سلب ہو جائے۔ ورنہ عبادت کی باطنی لذت تو یقیناً" حرام کھانے سے سلب ہو جاتی ہے ۔ حرام خواہ نا دانستہ کھایا جائے خواہ دانستہ دونوں صورتوں میں اپنا

اثر دکھائے گا۔ سنکھیا اگر "کونین" سمجھ کر کھایا جائے یا زہر سمجھ کر کھایا جائے۔ دونوں صورتوں میں موت کا پیغام لائے گا فرق صرف اتنا ہو گا کہ پہلی صورت میں زہر کھانے والا خود کشی کا مجرم نہ ہو گا۔ دوسری صورت میں وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔

بازار کی ہر چیز حلال نہیں۔ ان میں بکثرت حرام ہیں۔ اللہ کے پاک نام سے بعض اللہ کے بندوں کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے کہ ان کو حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر ذاکر کو یہ نعمت مل جائے۔ اللہ جس کو چاہے اپنے فضل خسے عطا فرمائے۔ جیسے ہر ہرن کے پیٹ میں نافہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جس کے پیٹ میں چاہے پیدا کر دے۔

ایک نقشبندی بزرگ تھے۔ میں ان کا بے حد ادب کیا کرتا تھا۔ اگرچہ میرا خاندان قادری ہے اس کا صلہ مجھے وہ یہ دیا کرتے تھے کہ جب لاہور سے گزرتے تو زیارت کرانے کے لئے آ جاتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ میں ایک گاؤں میں گیا وہاں کے لوگوں نے شکایت کی کہ ان کو کچھ دنوں سے ذکر الٰہی میں لذت نہیں آتی۔ (صوفیائے کرام کی

اصطلاح میں اس کو قبض کہتے ہیں۔ کہ اللہ اللہ کرنے میں جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بند ہو جاتی ہے)۔ وہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا کہ گاؤں والوں ایک دن چوری کی گائے کا گوشت کھایا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے اور ذکر کی لذت سلب ہو گئی۔

دیو بند میں ایک بزرگ صاحب تھے۔ جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا تو فورا" قے ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی دعوت کی اور ہر ممکن احتیاط کی کہ کوئی حرام یا مشتبہ چیز نہ پکنے پائے۔ اس شخص نے دعوت میں کھیر بھی پکائی۔ کہتے ہیں کہ جب اس بزرگ نے کھائی تو فورا" قے ہو گئی۔ تحقیق حال کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس بھینس کا دودھ کھیر میں استعمال ہوا تھا۔ جب اس کا دودھ دوہ رہے تھے تو اس نے پاس والی بھینس کے چارہ میں سے تھوڑا سا کھالیا تھا۔

نماز اور ذکر الٰہی میں مزا نہ آنے کا ایک سبب حرام اور مشتبہ مال کا کھانا ہے۔ ان سے وہی بچ سکتا ہے جو یا تو خود باطن کے لحاظ سے بینا ہو یا اس کا ہاتھ بینا کے ہاتھ میں ہو۔

حضرت دین پوری رحمتہ اللہ علیہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو پھیکا بھات دیتے تھے۔ جس میں نہ نمک اور نہ میٹھا ہوتا تھا۔ اس میں حلال کے چاول اور پانی ہی ہوتا تھا۔ یہ اس لیے کرتے تھے کہ "اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہ جانے پائے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ خود بینا تھے ان کی وجہ سے ساری جماعت حرام سے بچ جاتی تھی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے یہ چیز اپنے مرشد سے لی تھی۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں بھی یہی دستور تھا کہ اللہ اللہ کرنے والوں کے لئے بھات پکتا تھا۔

مسلمانوں کی موجودہ بے دینی کا "۸۰" فیصد سبب اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے۔ دس فیصدی بے نمازیوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کا کھانا ہے اور باقی دس فیصدی بے دینوں اور نااہلوں کی صحبت ہے۔

ذاکر کی طبیعت چھوئی موئی بوٹی کی سی ہوتی ہے۔ بے دین اس کے سامنے آکر بیٹھ جائے تو اس کی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ اگر حلال طیب کھایا جائے تو قرآن کی تین آیتیں ختم نہ ہونے پائیں گی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں

گے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ الخ (الآیۃ)

بکری کے گلے پر جونہی چھری پھیری جاتی ہے تو خون کا فوارہ جاری ہو جاتا ہے۔ یہی حال حلال طیب کھانے والے ذاکر کی طبیعت کا ہوتا ہے۔ بعض بے سمجھ تصوف کے مخالف ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو اس کا مزا چکھائے۔

صحابہ کرام کو قرآن مجید سمجھنے کے لئے "صرف و نحو" کی ضرورت نہ تھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں' حاضر ہوتے ایمان لاتے اور "وھبا" ان کو سب کچھ حاصل ہو جاتا تھا۔ ہم چونکہ عجمی ہیں اس لئے ہم کو "صرف و نحو" پڑھنے کی ضرورت ہے اور قرب الٰہی کے مدارج "کسبا" حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے صحابی کو درجے کے بعد کا بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

بعض لوگ میرے پاس آکر شکایت کرتے ہیں کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں ذکر بھی کرتے ہیں لیکن لذت نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے۔ اگرچہ عوام اس کے مکلف نہیں۔ یا تو اللہ آنکھیں عطا فرمائے اور یا

پھر آنکھوں والے کے سایہ تلے رہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ حقیقی حرام سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ اگر باطن کی آنکھیں عطا فرمائے تو دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ چیز حرام ہے اور یہ حلال۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مشتبہ اور حرام حلال میں تمیز کی توفیق دے۔ (آمین)

۲۴ شوال ۱۳۷۴ھ - ۱۶ جون بمطابق ۱۶ جون ۱۹۵۵ء

مکمل صحت یافتہ انسان

صبح کا درس اور جمعہ کا خطبہ ہر ایک کے لئے ہیں۔ عوام و خواص سب اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ جمعرات کی مجلس ذکر دراصل خاص احباب کے لئے ہے جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے۔ اور احباب بھی آتے ہیں۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔ میں کسی کو منع نہیں کرتا میرا فرض ہے کہ اپنے خاص احباب کی راہنمائی کروں تاکہ مرنے کے بعد ان کی قبر بہشت کا باغ بن جائے۔ شیخ اس راستہ کی طرف راہنمائی کرنے کا ذمہ دار ہے بشرطیکہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔

○ قبر آخرت کی ڈیوڑھی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کسی کی قبر بہشت کا باغ اور کسی کی جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔ شیخ کامل اس کو بہشت کا باغ بنانے والے راستہ کی طرف راہنمائی کرنے کا ذمہ دار ہے۔ میں اگرچہ بہت گنہگار ہوں اس کے باوجود بھی میری کچھ ذمہ داری ہے جس کو میں محسوس کرتا ہوں۔ میں جب اپنے

احباب کو اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں تو اس کے یہ معنیٰ نہیں ہوتے کہ آپ گنہگار ہیں اور میں پاکباز ہوں۔ میری پوزیشن سرکاری وکیل کی سی ہے۔ جو ملزم پر پوری طرح تنقید کرتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں اصلاحی چیزیں عرض کیا کرتا ہوں۔

مکمل انسان وہ ہے جس کا ہر عضو سلامت ہو۔ اگر کسی کا کوئی عضو ماؤف ہو تو اس کو ہم مکمل انسان نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً" اگر کسی کی ایک آنکھ یا ایک ہاتھ یا ایک ٹانگ نہیں ہے تو اس کو کانا' لولا' یا لنگڑا کہیں گے۔ اسی طرح مکمل صحت یافتہ انسان وہ ہے جس کی روحانی اور جسمانی دونوں صحتیں بحال ہوں۔ اس کا علم صرف ان لوگوں کو ہو سکتا ہے جو اللہ والوں کی صحبت سے فیض یافتہ ہیں۔ ورنہ عام مسلمانوں کو تو فقط جسمانی صحت کا علم ہے۔ یہ صحت گنگا سنگھ اور مادھو رام کو بھی حاصل ہے۔ مسلمانوں کی دونوں صحتیں بحال ہونی چاہئیں۔ انگریز تمہیں سکھلا گیا ہے کہ جسمانی صحت کے لئے پانچ دفعہ غذا کھانے کی ضرورت ہے۔ اس کے تربیت یافتہ صبح سویرے ہاتھ منہ دھونے سے پہلے بیڈ ٹی (بستر کی چائے) پیتے ہیں۔

تاکہ رات بھر منہ میں جو گندگی جمع ہو گئی ہے وہ گھول گھال کے اندر ڈال لیں۔ اس کے بعد صبح کا ناشتہ ہوتا ہے پھر دوپہر کا کھانا ہوتا ہے۔ شام کو پھر چائے اور رات کو پھر کھانا ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کی جسمانی صحت بحال ہے۔

یہی حال روحانی صحت کا ہے۔ اگر روح کو کم از کم پانچ دفعہ ذکر کی اشتہا محسوس ہوتی ہے تو کہا جائے گا کہ اس شخص کی روحانی صحت بحال ہے۔ ایسے شخص کی اگر ایک دن کی صبح کی نماز باجماعت قضا ہو جائے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے آج کچھ کھویا ہے۔ روح کی غذا ذکر اللہ ہے۔ (اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)

جس طرح جسمانی صحت کے لئے طرح طرح کی غذائیں کھاتے ہو اسی طرح روحانی صحت کے لئے بھی روح کو غذا مہیا کرنی ضروری ہے۔ انگریز نے نہ مسلمان کو مسلمان' نہ ہندو کو ہندو' اور نہ سکھ کو سکھ' رہنے دیا ہے۔ پہلے ہندوؤں اور سکھوں میں اس درجہ کی چھوت چھات تھی کہ مسلمان کا ہاتھ لگ جاتا تو ان کے کھانے پینے کی چیزیں بھرشٹ ہو جاتی

تھیں۔ یا اب یہ حالت بھی دیکھی کہ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے گھروں میں آکر سب کچھ کھا جاتے ہیں۔

ہندو، سکھ، عیسائی بلکہ دہریوں کو بھی جسمانی صحت کا خیال ہے۔ مگر مسلمان کے سوا کسی کو روحانی صحت کا خیال نہیں۔ مسلمانوں میں بھی فقط ان کو اس کا خیال ہے جو اللہ کے دروازے پر آتے ہیں۔ مسلمانوں کے سوا کسی کے پاس آسمانی مذہب زندہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے سوا کسی کے پاس بھی انسانیت کا پروگرام نہیں ہے۔ انگریز کھانے کا مشتاق تھا۔ وہ روحانیت کے لحاظ سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی آسمانی کتاب (یعنی قرآن مجید) کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ)

اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے اس نے قرآن کو مسلمانوں کے دماغوں میں محفوظ کر دیا۔ دنیا میں اناجیل اربعہ، توریت، وید، گرنتھ وغیرہ کسی کتاب کا ایک بھی حافظ آپ کو نہ ملے گا مگر قرآن کے حافظ ہر جگہ ہوں گے۔ "حصہ بقدر جثہ" جتنی بڑی آبادی ہو گی اتنے زیادہ حافظ ہوں گے۔

کھانا، پینا، کمانا، بچے جننا، ان کو پالنا، یہ تو کافر کرتے بھی ہیں یہ تو انسانیت نہیں۔ انسان بندگی کے لئے آیا ہے۔

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اگر انسان بندگی نہ کرے تو یہ فقط بول و براز کی مشین رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" کے مقام سے گر کر "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ" کا مصداق رہ جاتا ہے۔ انسانیت کا یہ منشاء نہیں کہ انسان ہر چیز میں مالکانہ تصرف کرے۔ کسی پر سواری کرے کسی کے بغیر ذبح کئے چاقو سے کاٹ کر کھا جائے۔ اور آپ بول و براز کی مشین ہی بنا رہے۔ اگر بندگی کا حق ادا نہ کیا تو یاد رکھ۔ اے انسان! تو کتے، سور اور گدھے سے بدتر ہے۔ وہ مالک حقیقی اور مالک مجازی دونوں کے وفادار ہیں اور تو مالک حقیقی کا غدار ہے۔

یہ درست ہے کہ جسمانی صحت بھی بحال رہنی چاہیے اور اس کے لئے غذا کی ضرورت ہے۔ کھانا، پینا چھوڑ دینا تصوف نہیں ہے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ

لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (سورۃ الاعراف رکوع ۴)۔

حرام مت کھائیے چوری کر کے مت کھائیے بے شک پانچ کی بجائے دن میں دس دفعہ کھائیے۔ جس طرح دن میں پانچ دفعہ بھوک کا لگنا صحت جسمانی کی بحالی کی علامت ہے اسی طرح روحانی صحت کی علامت یہ ہے کہ انسان کو ذکر الٰہی کی اشتہاء ہو۔

اگر خدانخواستہ صحت جسمانی بگڑ جائے تو زبان کا ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات صحت جسمانی اس حد تک بگڑ جاتی ہے کہ ایسے شخص کو لذیذ کھانا دیکھ کر قے آنے لگتی ہے۔ اسی طرح اگر صحت روحانی بگڑ جائے تو نہ صرف ذکر الٰہی کی اشتہاء نہیں رہتی بلکہ اگر توجہ دلائی جائے تو بگڑتا ہے۔

اللہ والے طبیب روحانی ہوتے ہیں۔ وہ روحانی صحت درست کرتے ہیں۔ پہلے مسجد کی طرف آنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کامل کی صحبت نصیب ہونے کے بعد مسجد سے نکلتے کو دل نہیں چاہتا۔ پہلے فرض نماز کی بھی عادت نہ تھی پھر تہجد گزار ہو جاتے ہیں۔ قرآن طب روحانی کے نسخہ جات کا مجموعہ ہے ۔ قرآن کا علم علماء کرام کی صحبت میں نصیب ہوتا ہے اور اس

کا رنگ صوفیائے عظام چڑھاتے ہیں۔ مثلاً" ایک شخص شیخ کے پاس آکر کہتا ہے کہ اللہ اللہ کرنے اور نماز پڑھنے کو میرا دل نہیں چاہتا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

بیعت کے بعد شیخ پوچھے گا کہ "بیٹا تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔" وہ عرض کرتا ہے کہ "میں پولیس کا سپاہی ہوں۔" اس کے بعد شیخ دریافت فرمائے گا کہ "تنخواہ کیا ملتی ہے؟" اور بالائی آمدنی کتنی ہے؟۔ وہ عرض کرتا ہے کہ "تنخواہ بمع الاؤنس مبلغ -/۷۵ روپے ہے اور بالائی آمدنی مبلغ -/۱۶۰ روپیہ ہے۔" شیخ ایک طرف استغفار پڑھوائے گا اور دوسری طرف حرام چھڑا دے گا۔ اس کے علاوہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرے گا کہ "اے اللہ تیرے ایک بھولے بھٹکے بندے کو میں نے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا تو اس کو اپنی رحمت سے نواز۔" انشاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پہلے حرام کھاتا تھا تو اللہ تعالیٰ کو بو آتی تھی۔ اب حرام چھوڑ کر استغفار پڑھنے لگا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے اور اس کے فضل و کرم سے اللہ کے دروازہ پر آنے کی توفیق مل گئی ہے۔ اب شیخ کے دریافت فرمانے پر عرض کرتا ہے کہ "حضرت اب تو مسجد سے

نکلنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔"

مسلمانوں نے دو پروگرام نبھانے ہیں۔ ایک کے ذریعہ دنیا میں عزت حاصل کرنی ہے اور دوسرے پر عمل کر کے اپنے آپ کو آخرت میں نجات کا مستحق بنانا ہے۔ اے مسلمان تیرا ہندو، سکھ، انگریز والا پروگرام نہیں ہے۔ تو اگر حلال کا رزق کھائے گا تو تیری روحانی صحت بحال رہے گی۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

بعض بد نصیب "شیرانوالہ دروازہ" سے چل کر سینما جاتے ہیں۔ بعض اللہ کے بندے چار پانچ میل سے ذکر کے لئے آتے ہیں۔ "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اپنے دروازہ پر بلاتا ہے۔ جس کو چاہے دور ہٹا دیتا ہے۔ یہ نہ کہو کہ چوہدری مسجد میں نہیں آتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ ان کو نہیں بلاتا۔ اللہ والوں کو گناہوں کی بو آتی ہے۔

مولینا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی مرحوم کے پیر کسی زمانہ میں حضرت خواجہ احرار غزنوی تھے۔ وہ ایک دفعہ لدھیانہ تشریف لائے۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں

تشریف فرما تھے ۔ بہت سے لوگ موجود تھے کہ اچانک فرمانے لگے "سب کو نکال دو زنا کی بو آتی ہے۔" وہ اس مرض کے مریض کا تعین بھی کر سکتے تھے مگر وہ اللہ کی صفت "ستاری" سے متصف ہوتے ہیں اس لیے کسی کا راز فاش نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو یہ کمال عطا فرماتا ہے ۔ اگر پیشاب کے قطرے سے پیدا شدہ انسانوں کو گناہوں کی بو آتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو کس طرح حرام خوروں سے بو نہ آتی ہو گی۔ اس لیے وہ ان کو اپنے دروازے سے ہٹا دیتا ہے۔ جس طرح جسمانی صحت بگڑ جائے تو علاج کرنے والے موجود ہیں ۔ان کی صحبت میں صحت روحانی بحال ہو جاتی ہے وہ علاج کرتے ہیں وہ جو نسخہ بتلائیں بہت اچھا کہتا جائے اور کام کرتا جائے ۔ انشاء اللہ روحانی صحت بحال ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے گھر گھر قرآن پہنچا دیا ہے۔ مسلمان سے قیامت کے دن پوچھے گا کہ اس کو پڑھ کر دیکھا تھا؟ اگر نہیں پڑھا تو قصور کس کا ہے ؟ ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے آمین۔

وما علینا الا البلاغ

یکم ذیقعد ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲۳ جون ۱۹۵۵ء

تعلیم صحیح اور صحبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تکمیل کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ جس کو یہ دو چیزیں میسر آگئیں وہ مقصد حیات کو پہنچ گیا۔ مقصد زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انسان کو جن دو چیزوں کی ضرورت ہے وہ صحیح تعلیم اور صحبت اولیاء اللہ ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتٰبُ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ

علم قال اللہ و قال الرسول کا ہو تو اس علم کے عامل کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ یاد رکھئے کہ شیخ کامل کی صحبت کے بغیر "تمسکتم بھما" ہو ہی نہیں سکتا کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

بعض اللہ کے بندے جامع بھی ہوتے ہیں۔ وہ قال اللہ و قال الرسول کے فاضل اور باطن کے کامل ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے سلسلہ عالیہ دیو بندیہ میں آج تک چلا آ رہا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل ہیں۔ ان سے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولینا انور شاہ رحمہ اللہ صاحب کشمیری ظاہر کے فاضل اور باطن کے کامل تھے۔

ان دونوں سے پہلے حضرت شیخ الہند مولینا محمود الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور ان سے پہلے بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولینا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ علیہ نانوتوی' حضرت مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ جامع تھے۔

جس کے اندر کتاب و سنت کا رنگ چڑھا ہوا ہو گا۔ وہی دوسروں پر ان کا رنگ چڑھا سکتا ہے۔ انگریزی دانوں کو تو جانے دیجئے ان کے نصاب تعلیم میں کتاب و سنت کا نام ہی نہیں ہے۔ اب یہ کچھ ان دونوں کا نام لینے لگے ہیں۔ مگر قرآن سے ڈرتے معلوم ہوتے ہیں۔ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل حضرات کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ ان میں سے

بعض کو علم ہوتا ہے مگر صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ حسد، کبر، عجب، جاہ طلبی وغیرہ روحانی بیماریاں ہیں۔ جو شیخ کامل کی صحبت میں دور ہو جاتی ہیں۔

ایک دفعہ دورہ تفسیر کے بعض علمائے کرام کو بچا ہوا سالن ملا تو انہوں نے دونوں باورچیوں کے حصہ کا سالن چھین کر کھا لیا۔ یہ ڈاکہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اس سے ان میں "تو تو' میں' میں" سے بڑھ کر " ہاتھا پائی" تک نوبت پہنچی۔ مجھے کوئی پتہ نہیں۔ اگلے دن مستری رحیم بخش مرحوم نے مجھ سے اس کا ذکر کیا۔ تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی جھگڑا ہوا ہے۔ میں نے علمائے کرام کو بلا کر سمجھایا کہ آپ نے یہ نہ سوچا کہ اس لڑائی میں بے عزتی کس کی ہوئی؟۔ باورچیوں کی نہیں بلکہ آپ کی بے عزتی ہوئی ہے۔

ایک دن بعض علمائے کرام نے باسی روٹی میرے سامنے لاکر پیش کی کہ ہمیں یہ کھانے کو ملتی ہے۔ میں نے بتایا کہ ایک دفعہ میری بیوی بیمار تھی۔ لڑکی نے باسی ٹکڑے لا کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ جو کئی دنوں کے جمع شدہ تھے۔ اور ان میں تعفن پیدا ہو گیا تھا۔ اور طبیعت قے کی طرف مائل ہو

رہی تھی۔ لیکن میں نے نفس کو ڈانٹا کہ روز تازہ روٹی کھاتے تھے۔ آج اللہ نے باسی بھجوائی ہے یہی کھانی پڑے گی۔

میرے دادا پیر رحمہ اللہ کے ہاں ایک دن کڑوہ خربوزہ آیا سارا خود کھا گئے۔ ایک پھانک خادم کو دے کر فرمایا کہ لو بھائی تم بھی چکھ لو۔ یہ نہ کہنا کہ آج مجھے حصہ نہیں ملا۔ اس نے زبان پر رکھا تو "تھوہ تھوہ" کرنے لگا آپ نے فرمایا جو کہ روز جو میٹھے بھجواتا تھا۔ آج اس نے کڑوا بھجوا دیا تو تھوک دیا۔ میرے دادا پیر رحمہ اللہ علیہ کا واقعہ سنا ہوا تھا۔ اس لیے نفس کو زبردستی باسی روٹی کھلائی اللہ والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت حال بھی کسی سے نہیں کہتے۔ کہ اس میں اللہ کی شکایت ہو جاتی ہے۔ حکایت حال شکایت ذوالجلال۔

ایک دفعہ علمائے کرام نے شکایت کی کہ "ہمیں جو سبزی کھلائی جاتی ہے وہ تو بیل بھی نہیں کھاتے۔" میں نے آئندہ کے لیے سبزی بند کر دی اور دال یا خالی گوشت پکانے کے متعلق ہدایت دے دی۔

ایک دن میری بیوی نے بلا نمک قمریوں کا سالن میرے آگے لا کر رکھ دیا۔ میں چپکے سے کھا گیا۔ ایک دفعہ غلطی سے

رات کے اندھیرے میں بیوی نے اس برتن میں شوربا ڈال دیا جس میں نمک کی ڈلی تھی۔ نمک زیادہ ہو گیا لیکن میں کھا گیا۔ آج کا تازہ واقعہ ہے ایک بچی نے میٹھی کھچڑی پکائی۔ وہ کہیں پھیکی اور کہیں میٹھی تھی میں نے کھا لی اور کسی سے کچھ نہیں کہا۔

میری شادی کو چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر میں کبھی اپنی بیوی سے نہیں لڑا۔ رسول اللہ کا حکم ہے کہ کھانا پسند آئے تو کھاؤ اور نہ آئے تو مت کھایئے۔ نقص نہ نکالیئے۔ یہ میرے حضرت کا کمال ہے کہ انہوں نے انانیت کا کانٹا نکال کر رکھ دیا ہے۔

میں جب دہلی میں رہتا تھا تو ایک دن گھر میں مجھے ایک خیال فاسد آیا۔ میں نے اللہ کے فضل سے اس کو رد کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد بیوی نے بازار سے کچھ سودا لانے کی فرمائش کی۔ میں سودا لینے بازار گیا۔ دکان پر بڑی بھیڑ تھی۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کتا آیا اس نے مجھے پنڈلی پر کاٹنا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ یہ اس خیال فاسد کی تصویر تھی چونکہ میں نے اللہ کے فضل سے

اس کو رد کر دیا تھا اس لیے میں کتے کے حملے سے محفوظ رہا۔

"ملتان سنٹرل جیل" میں بعض علمائے کرام باورچی کو ڈانٹتے کہ سالن میں یہ نقص ہے۔ میں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم سنایا تو وہ کہنے لگے "کہ گھر میں لڑکیوں کو بھی ڈانٹتے ہیں۔"

بندہ جس کام کے لئے آیا ہے اس کی تکمیل کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ علم اور صحبت۔ دونوں کا شجرہ علیحدہ علیحدہ ہے۔ علم کا شجرہ اور ہے اور صحبت کا اور ہے۔ صحبت کے شجرہ میں ایک 'میں ہی گنہگار آگیا ہوں باقی سب اولیاء کرام ہیں۔

یہ واقعات میں نے خود ستائی کے لئے عرض نہیں کئے۔ اپنی تعریف مقصود نہیں بلکہ آپ کی تربیت کے لئے بیان کئے ہیں۔ میرے حضرت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں کہ انہوں نے انانیت کا کانٹا نکال کر رکھ دیا ہے۔

مکمل انسان وہ ہے جس کو صحیح علم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو۔ شیخ کامل کی صحبت میں اصلاح ہو جاتی ہے۔

۸ ذیقعد ۱۳۷۴ھ بمطابق ۳۰ جون ۱۹۵۵ء

اطمینان قلب کا قرآنی نسخہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اس کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تھوڑا سا اختیار دے رکھا ہے اور وہ چاہتے یہ ہیں کہ میں نے اس کو جو اختیار دیا ہے وہ انسان پھر میرے سپرد کر دے۔ انسان مٹی سے پیدا ہونے کے باعث غیر اندیش ہے اس لئے اگر یہ اس اختیار کو اپنے ہی پاس رکھے گا تو اس کو غلط طریقہ سے استعمال کرے گا جس کا لازمی نتیجہ بربادی ہو گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ یہ اس اختیار کو جبر سے نہیں بلکہ خوشی سے پھر میرے سپرد کر دے۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین کے معاملہ میں جبر نہیں)

ایک مثال سے یہ مضمون زیادہ واضح ہو جائے گا۔ ایک شخص کا ایک بچہ ہے جو تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ وہ

جب تیسری جماعت کا امتحان پاس کر لیتا ہے تو باپ بڑا خوش ہوتا ہے۔ اور اس کو پانچ روپے انعام دیتا ہے۔ بچہ اگر یہ روپے اپنے پاس رکھے گا تو ایک ہی دن میں ضائع کر دے گا۔ اس لئے باپ اس سے کہتا ہے کہ یہ روپے میرے پاس یا اپنی والدہ کے پاس جمع کروا دو۔ اور روزانہ اس میں سے دو چار پیسے خرچ کے لئے لے لیا کرنا۔ اگر بچہ ایسا کرے گا تو یہ روپے کئی ماہ تک چلیں گے۔ اس صورت میں وہ باپ یا ماں سے پوچھ کر خرچ کرے گا۔ مثلاً" گرمی کا موسم ہے اور بچہ ماں سے پوچھتا ہے کہ کیاں لوں۔؟ ماں کہے گی کہ ایک آنہ کی دہی لا کر لسی کر لو۔ اگر بچہ والدین کا کہا نہیں مانے گا تو بازار میں پانچ روپے کا نوٹ لے کر جائے گا۔ آگے کوئی ٹھگ مل گیا تو وہ پانچ روپے لے کر ریوڑیوں سے اس کی جیب بھر دے گا۔ یہ جیب بھری ہوئی دیکھ کر خوش ہو گا مگر نقصان کو محسوس نہ کرے گا۔

بعینہ اسی طرح انسان کے پیچھے نفس اور شیطان ٹھگ لگے ہوئے ہیں۔ اگر یہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کو اسی کے سپرد کر دے گا تو اس کی منشا کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔

اس صورت میں اس کا ہر کام عبادت تصور ہو گا۔ اگر اپنی مرضی سے اس اختیار کو استعمال کرے گا تو پھر یہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو خدا بنا رکھا ہے) خدا کا بندہ کہلانے کا حقدار نہ ہو گا بلکہ نفس کا بندہ کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتے ہیں۔ صبح اٹھ کر رفع حاجت کے بعد مسواک کر کے وضو کرتے ہیں۔ اس کے بعد نماز کے لئے مسجد میں آ جاتے ہیں۔ مسواک کرنے سے نماز کی قیمت ستر گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ہر نماز میں مسواک لازم قرار دے دیتا۔" وضو سے ناک اور منہ کا تعفن دور ہو گیا۔ منہ دھویا کسل دور ہو گئی اور ہوش آ گئی۔ اس صفائی اور پاکیزگی کا نام "طہارت" ہے۔ اس سے طبیعت میں لطافت پیدا ہوتی ہے اور وہ یاد الٰہی کے لئے آمادہ نظر آتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ناپاکی کی حالت کا نام "حدث" ہے۔ یہ طبیعت کو یاد الٰہی کی طرف متوجہ

نہیں ہونے دیتی۔

اگر ہم نے نفس کے ارادے کو اللہ کے سپرد کر دیا تو ہم اس سے کہیں گے کہ اے اللہ تو سلائے گا تو سوئیں گے۔ تو جگائے گا تو جاگیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا یہی مطلب ہے یَکْرَہُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِیْثَ بَعْدَهَا یہ ہے اللہ کا دیا ہوا اختیار اللہ ہی کے سپرد کر دینا۔

کسب معاش کے لئے آپ جو کام چاہیں کریں۔ اللہ تعالیٰ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ اے میرے بندے اگر تو جسم کو غذا کھلاتا ہے تو روح کو بھی غذا بہم پہنچا۔ یعنی نماز بھی پڑھ لے۔ پہلے لوگ شام کو دانے بھنا کر کھاتے تھے۔ اب اس وقت چائے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے نہیں روکتے۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ذکر الٰہی کا پانچ وقتہ پروگرام بھی ساتھ ساتھ نبھتا جائے۔ جب مغرب کے وقت دکان کا دروازہ بند کیا تو پاس ہی مسجد میں جا کر اگر نماز ادا کر لی تو اللہ تعالیٰ خوش ہو

جائیں گے۔ رات کو سونا ہے لیکن ممکن ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے موت ہی آ جائے اس لیے رات کو نماز پڑھ کر سوئیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف رہے۔ یہ اللہ کے بندوں کا پروگرام ہے۔

میری ان معروضات کا حاصل یہ نکلا کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار اسی کو سونپ دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی برائیوں سے بچنے کی توفیق دیتے ہیں۔ ان کی زندگی بڑی سوہنی ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اختیار کو اپنے پاس رکھا اور اس کا غلط استعمال کیا۔ وہ اپنی مرضی سے قدم اٹھائیں گے۔ ان کی زندگی ناکام و نامراد ہے۔ اول قسم کے لوگوں کو فرحت اور سرفرازی نصیب ہو گی۔ ان کی تمام ضروریات زندگی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پوری کرے گا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "دین میں اپنے سے اعلیٰ درجے والے مسلمان کو دیکھو۔ اور دنیا میں اپنے سے ادنیٰ درجے

والے کو دیکھو۔"

اللہ کے ذکر کی برکت سے ذاکر کو فرحت، چین اور سرور حاصل ہو گا۔ یہ اللہ کی طرف سے قبولیت کی علامت ہے۔ وہ روح اور جسم دونوں کے پروگرام پر عمل کرے گا۔ اس لائن پر چلنے والے بڑے خوش نظر آتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ دال روٹی مل رہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں۔ جن کے پیٹ کا دوزخ بھرتا ہی نہیں۔ ان سے پوچھا جائے تو جواب دیں گے "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" پیٹ کا "دوزخ اللہ کے نام سے بھرتا ہے۔ اگر اللہ کا نام نہ ہو تو پھر پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرتا۔ اور هَلْ مِنْ مَّزِيْد کی صدا دیتا رہتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ دوزخ پر اللہ اپنا قدم مبارک رکھیں گے تو پھر یہ کہے گی "قط قط" (بس بس) اگر اللہ کا نام لینے کی توفیق نہ ہو تو۔ چین نہ دولت سے، نہ تنخواہ کے بڑھنے سے اور نہ زیادہ سے زیادہ زمین کے رقبہ پر قبضہ جمانے سے حاصل ہو گا۔ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (جو شخص میرے ذکر (قرآن) سے منہ

موڑے گا۔ اس کے لئے زندگی تنگ ہو گی) ان چیزوں سے چین نہیں ملتا۔ چین فقط اللہ کے نام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اطمینان اور چین کی زندگی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ اس قسم کے اللہ کے بندوں کی صحبت اختیار کی جائے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ ترجمہ "پابند رکھ اپنے آپ کو نشست و برخاست میں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں ۔ اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔"

(اَللّٰھُمَّ وفقنا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی)

۵ ذیقعد ۱۳۷۴ھ بمطابق ۷ جولائی ۱۹۵۵ء

اچھّی اور بُری صحبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ

عرض یہ ہے کہ ذکر جمعرات کو ایک ہی دفعہ ہوتا ہے۔ احباب دور دور سے تشریف لاتے ہیں۔ میرے ذمے اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت کا فرض عائد کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں میں جو کچھ ان کی تربیت کے لئے عرض کرتا ہوں اس کو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرا کام ہے آپ کی رہنمائی کرنا اور آپ کے ذمے ہے کہ جو میں عرض کروں اس کو غور سے سننا۔ دل پر لکھ کر لے جانا اور عمل کرنا انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔

صحبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اچھی اور دوسری بری ۔ اچھی صحبت اچھے نتائج پیدا کرتی ہے اس سے اخلاق سنور جاتے ہیں اور مستقبل درست ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ایسی صحبت نصیب کرے جس سے یہ نتائج پیدا ہوں۔ بری صحبت میں عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال میں اچھی اور بری صحبت کے نتائج کو واضح فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اچھی

صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے عطر فروش کی دکان ہو۔ جو شخص اس دکان میں جائے گا تو وہ اگر عطر نہ بھی خریدے گا تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور سونگھے گا۔ آنحضرت ﷺ نے بری صحبت کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہ دی ہے۔ ایسی دکان میں جانے والا اگر کچھ لے گا نہیں تو کپڑے ضرور جلا کر آئے گا۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحبت نیکاں نیکی و صحبت بداں بد از بدی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکوں کی صحبت میں پہنچائے۔

اولیاء کرام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند نشین ہوتے ہیں ۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ (1) علمائے کرام (2) صوفیائے عظام۔ علمائے کرام، حضور اکرم ﷺ کا تعلیم کتاب کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ بھی حضرت نبی اکرم ﷺ کے مسند نشین ہیں۔ صوفیائے عظام تزکیہ کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ قرآن کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے مسند نشین ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ خِیَارُ عِبَادَ اللّٰہِ اِذَا

اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہِ خدا کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آئے۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کے کمالات کا عکس پڑتا ہے۔ ان کی صحبت میں جانے سے دل چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کریں۔ دل دنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے اس چیز کو ساڑھے تیرہ سو سال پیچھے لے جائیے۔ اور اندازہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت با برکت میں کتنا اثر پڑتا ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں سب کچھ وہبی طور پر حاصل ہو جاتا تھا۔ اب سب کچھ کسبا" حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے نیکوں کی صحبت بے حد ضروری ہے۔ بدوں کی صحبت میں جا کر اور نہیں تو بری باتیں ہی سنے گا۔

نیکی اور بدی کی سمجھ بھی سیکھے بغیر نہیں آتی ۔ ہمارے ہاں عام طور پر نیک کی تعریف یہ ہے کہ لٹیں بڑھی ہوئی ہوں۔ اور گیروی رنگ کے کپڑے زیب تن ہوں۔ ایسے شخص کو نیک کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سراپا شیطان ہو۔ میاں محمد عیسیٰ صاحب ساکن میاں علی جو اس مجلس میں موجود ہیں۔ وہ تبلیغ کے سلسلے میں ایک گاؤں گئے۔ جس شخص کے گھر میں مہمان تھے۔ اس کے ہمسایوں میں ایک پیر آیا ہوا

تھا۔ اس ہمسائی نے ان کو بتلایا کہ میرا پیر اناج نہیں کھاتا۔ صبح سے دو مرغ پکوا کر کھا بیٹھا ہے۔ زبردستی حلوہ بھی پکوا کر کھا چکا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ بارہ روپے نذرانہ دوگی تو جاؤں گا۔

میں ایک دفعہ سندھ گیا تو ایک دوست نے وہاں کے پیر کا قصہ سنایا۔ پیر صاحب کے مریدوں میں عام طور پر یہ مشہور تھا۔ کہ ہمارے پیر صاحب کی کرامت یہ ہے کہ پاخانہ نہیں کرتے ۔ اس شخص کا بیان ہے ۔ کہ میں نے پیر صاحب کو رات کو پلاؤ کھلایا اور سوتے وقت خوب کڑھا ہوا دودھ پلا دیا۔ اور ان کو ایک کمرے میں سلا کر دروازہ مقفل کر دیا۔ اسے جب حاجت ہوئی تو بہت کوشش کی مگر باہر نہ نکل سکا۔ اینٹیں بھی اکھاڑنے کی کوشش کی آخر کار باورچی خانے میں جا کر پاخانہ کر دیا۔ میں نے سب کو بلا کر ان کے مریدوں کے غلط پراپیگنڈے کا راز فاش کر دیا۔

نیکی کے لئے سب سے پہلی شرط اتباع شریعت ہے۔ جو متبع شریعت نہیں۔ اسے ہم نیک نہیں کہہ سکتے۔ اور وہ شخص کم از کم مسلمانوں کا مذہبی مقتدا نہیں ہو سکتا۔

اتباع شریعت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ کا پابند ہو۔ یعنی کم از کم نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہو۔ اور محرمات سے اجتناب کرتا ہو۔ مثلاً" سود نہ لیتا ہو۔ شراب نہ پیتا ہو یہ اتباع شریعت کی بسم اللہ ہے۔ اس کے اوپر اور مدارج بھی ہیں۔ جن کی صحبت میں رہنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ان کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے۔ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ.....الایۃ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح و شام اللہ کی یاد میں شاغل رہتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کا مقصد فقط رضائے الٰہی ہے۔

انسان دو قسم کے ہیں۔ بعض کو رضائے الٰہی مقصود ہوتی ہے۔ اس قسم کے حضرات فرماتے ہیں کہ عامتہ الناس کی مجلس میں بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے۔ اور تنہا بیٹھنے سے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا بہتر ہے۔

دہلی کے ایک مجذوب کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کی طبیعت پر قبض طاری ہو گئی۔ دیوبند چلے گئے اور حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر ان کے پاؤں دبانے لگے۔ زبان سے کچھ نہیں بولے۔ صرف پاؤں دبانے سے قبض رفع

ہو گئی۔ اور ہنستے ہنستے واپس آ گئے۔ اپنے اندر فطرت کا نور سلامت ہو تو کامل کی صحبت میں بیٹھنے سے ادھر سے کرنٹ آتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس قسم کے حضرات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الہ العالمین

۲۲ ذیقعد ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۴ جولائی ۱۹۵۵ء

عجب (خود پسندی) اور اس کا علاج

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ ترجمہ: عرض یہ ہے کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ جسمانی امراض ۲۔ روحانی امراض ۔ امراض جسمانی کا احساس تو، مومن و کافر، مواحد و مشرک، نیک و بد، اللہ کے محب اور عدو ہر ایک کو ہوتا ہے۔ مثلاً "بخار، درد سر، نزلہ، زکام، وغیرہ مواحد و مشرک سب کو ہوتا ہے۔ لیکن روحانی امراض کا احساس ہر مسلمان کو بھی قرآن کی تعلیم اور اولیاء کرام کی صحبت کے بغیر نہیں ہوتا۔ مدت مدید تک اولیاء کرام کی صحبت نصیب ہو تو روحانی امراض سے شفا ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدَاوۃِ وَالۡعَشِیِّ واصبر امر کا صیغہ ہے اور الامر للوجوب عندنا (اے عند الاحناف) یہ وہ حضرات ہیں جن کی زندگی کا مقصد نہ زیب و زینت کرنا نہ ڈگریاں حاصل کرنا، نہ گریڈ بڑھانا، نہ تجارت کو فروغ دینا، اور نہ زمین کا رقبہ بڑھانا

ہوتا ہے۔ وہ صرف یاد الٰہی اور خلق خدا کی اصلاح میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں ۔ یہ ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ جو شخص صبح و شام یاد الٰہی کرے گا' وہ باقی اوقات میں بھی اس سے غافل نہ رہے گا۔ اگر گنا' دونوں طرف سے میٹھا ہو گا تو درمیان میں سے بھی ضرور میٹھا ہو گا۔ اللہ والے یہ نہیں کرتے کہ چونکہ فلاں شخص چیف انجینئر ہے اس لئے میں بھی چیف انجینئر بن جاؤں ۔ فرماتے ہیں' تیری آنکھوں کی ٹکٹکی اس قسم کے اللہ والوں پر لگی رہے۔

قرآن کی صحبت میں روحانی امراض کا علم ہو جاتا ہے۔ جن کا قرآن حال ہو ان کی صحبت من یہ امراض دور ہو جاتے ہیں۔ بعض صرف صاحب قال ہوتے ہیں ۔ ہر ایک صاحب حال نہیں ہوتا بعض حضرات جامع ہوتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جامع تھے۔ جب حدیث شریف کا سبق پڑھاتے تھے تو بڑے بڑے عالم اور فاضل سبق میں شرکت کو اپنے لیے باعث سعادت

خیال کرتے تھے۔ حضرت مولینا عبداللہ صاحب فاروقی مرحوم فرماتے تھے کہ میں جب حج کے لئے گیا تو حضرت شیخ السلام مدینہ منورہ میں پہلے ہی موجود تھے میں جب مدینہ منورہ گیا تو مجھے لینے کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے میں نے عرض کی کہ حضرت کیسے تشریف لائے۔ فرمانے لگے تمہیں کیوں بتلاؤں کہ کس لیے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے "پان دان گم کر آئے ہو نہ۔" میں نے جب عرض کی کہ حضرت ملے گا بھی تو فرمایا ہاں ہاں مل جائے گا۔ وہ ماضی کا۔ اور یہ حال کا کشف ہے۔

کافر و مشرک تو بجائے خود رہے۔ مسلمانوں کو بھی تعلیم قرآن کے بغیر امراض روحانی کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ بیمار ہوتے ہیں۔ مگر بیماری کا احساس نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد احساس ہو گا۔

کبر، عجب، حسد، جاہ طلبی اور زرطلبی وغیرہ امراض روحانی ہیں۔ جن کا احساس علم دین پڑھنے کے بعد بھی نہیں ہوتا جب تک کامل کی صحبت میسر نہ آئے۔ کامل کی صحبت میں امراض روحانی سے انسان شفایاب ہو جاتا ہے۔ اس لئے

کسی نے کہا۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

آج میں عجب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ عجب کو فارسی میں خود پسندی کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر کام کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھا جائے۔ اللہ کے فضل کا نتیجہ نہ سمجھے۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی شخص کے بیٹے پر قتل کا مقدمہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بری ہو جائے تو اس کے بے دین لواحقین یہ نہیں کہتے کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا مگر ہم نے بھی روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔ وکیل جو مقدمہ کی پیروی کے لئے کھڑا کیا گیا۔ سارے پنجاب بلکہ پاکستان میں اس کا جواب نہیں ہے۔ لائل پور اور لاہور کو ہم نے ایک کر دیا۔ اگر صبح لائل پور تھے تو شام کو لاہور، اگر دن لاہور میں گزرا تو رات لائل پور میں بسر کی۔ اللہ کا نام درمیان میں کہیں نہیں آیا۔ حالانکہ روپیہ جو پانی کی طرح بہایا گیا تھا وہ کہاں سے آیا؟۔ یہ

اللہ کے فضل سے ملا تھا۔ صحت جسمانی جس کی بناء پر لاہور اور لائل پور کو ایک کر دیا تھا وہ بھی تو اللہ کا فضل ہے۔ عقل بینائی، غرضیکہ جو کچھ بھی ہے سب اللہ کا فضل ہے۔ ہمارا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ ہمارا وجود بھی اپنا نہیں ہے۔

فضل کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے اللہ کو کچھ نہیں دیا۔ اور اس نے ہم کو سب کچھ دیا اور مفت دیا۔ مندرجہ بالا مقدمہ قتل کے متعلق اللہ والے یہی کہیں گے کہ مقدمہ بڑا سخت بن گیا تھا مگر اللہ نے فضل کر دیا۔

میری ذاتی رائے ہے کہ "عجب" میں ایک طرح کی شرک کی بو آتی ہے۔ اللہ کے فضل کو اپنی طرف منسوب کرنا شرک ہے۔ ارشاد ہے اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔

آئندہ کے لئے احباب سے عرض کرتا ہوں کہ "عجب" سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو "عجب" سے بچائے۔ عجب کیوں ہو؟ جب سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا درمیان میں کچھ نہیں۔ اگر ہمیں تنخواہ ملتی

ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ اگر زمیندار گھر میں دانے لائے اور وہ یہ کہے کہ اے اللہ یہ تیرا فضل ہے۔

عجب عمل کو کھا جاتا ہے۔ اسی قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا" الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا" اگرچہ یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ مگر عجب کے مریض پر بھی صادق آسکتی ہے۔ کیونکہ عجب کے باعث بارگاہ الٰہی میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہو گا۔ اور وہ یہ خیال کر رہا ہو گا کہ میں نے اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کے انبار جمع کر دیئے ہیں۔

۲۹ ذیقعد ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲۱ جولائی ۱۹۵۵ء

اخلاص فی العبادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ عرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے' میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ انسان کے اندر دو چیزیں ہیں۔ روح اور جسم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ان کا نام ملکیت اور بہمیت ہے۔

حقیقت میں انسان روح کا نام ہے۔ انسان اگر جسم کا نام ہوتا تو مرنے والے کا سارا جسم پاؤں کے ناخن سے سر کے بالوں تک موجود ہوتا ہے مگر گھر والے اس کو جلدی قبر تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماں روتی ہے کہ میرا بیٹا مرگیا۔ بیوی روتی ہے کہ میرا خاوند مرگیا۔ بچے روتے ہیں کہ ہمارا ابا مرگیا۔ مرکون سی چیز گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اندر جو روح تھی وہی انسان تھا۔ جو چیز نظر آتی تھی۔ یہ انسان کی لاش ہے۔

جس طرح جسم کی تکمیل کے لئے مدارج ہیں۔ پہلے

بچپن کا زمانہ ہوتا ہے ۔ یہ "۵ - ۶" سال کی عمر تک کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد طفولیت کا زمانہ آتا ہے ۔ یہ بالغ ہونے کی عمر ہے ۔ پھر جوانی اور آخر میں بڑھاپا جوانی کا زمانہ "۱۶-۱۷" سال سے ۲۹ سال تک ہے ۔ جب انسان مکمل جوان ہو جاتا ہے ۲۵ سے ۴۰ سال تک جوانی کا دور رہتا ہے ۔ ۴۰ سال کے بعد انحطاط شروع ہوتا ہے ۔ اس میں ابتداء' وسط اور انتہا سب دور آگئے اسی طرح روحانیت کے لئے بھی چار مدارج ہیں ۔ ان مدارج کی بھی ابتداء وسط اور انتہاء ہے۔ روحانیت کے چار مدارج یہ ہیں ۱۔ خشیت الٰہی ۲۔ ایمان ۳۔ اسلام ۴۔ احسان ۔ پہلے خشیت الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ اس سے ایمان پیدا ہوتا ہے ایمان اس لیے لاتا ہے کہ اللہ ناراض ہو گا اور مارے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (قرآن کے ذریعہ اس کو نصیحت کیجئے جو عذاب سے ڈرتا ہے)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (سوائے اس کے نہیں کہ آپ اس کو ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے خدا سے ڈرتا

ہے۔)

○ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى جو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات نفسانی سے روکے رکھا اس کے لئے بے شک جنت ٹھکانا ہے۔ اور جس نے شرکشی کی اور دنیا کی زندگی کے پیچھے لگا رہا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ بچے اس لیے سبق یاد کرتے ہیں کہ اگر یاد نہ کیا تو استاد مارے گا خدا کا ڈر ہو تو ایمان نصیب ہوتا ہے۔

خوف خدا قرآن کی تعلیم سے پیدا ہوتا ہے

صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔ طالب الدنیا مؤنث طالب العقبیٰ مخنث و طالب المولیٰ مذکر زیب و زینت عورت کی فطرت ہے۔ ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی ہو ہونٹ سرخ ہوں تیل لگا ہوا ہو کنگھی پٹی کی ہوئی ہو زیوارات سے لدی ہوئی ہو۔ عورت ان چیزوں کو پسند کرتی ہے۔ اسی لیے دنیا کے طالب کو اللہ والے عورت سے تشبیہ

دیتے ہیں۔ کہ وہ بھی سوٹ کنگھی پٹی موٹر' کوٹھی' فرنیچر وغیرہ میں پھنس کر مقصد زندگی بھول جاتے ہیں ۔ ان کے نزدیک یہ چیزیں ضرور ہوں خواہ اندر ایمان ہو یا نہ ہو۔ طالب عقبیٰ اللہ والوں کے نزدیک مخنث ہیں ۔ وہ دودھ کی نہروں حوروں اور دوسری نعمتوں کے باعث خدا کو یاد کرتے ہیں۔

حقیقت میں طالب مولیٰ ہونا ہی روحانیت کا کمال ہے ۔ بہشت یا اس کی نعمتیں مقصود بالذات نہیں ۔ یہ تو "نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ" ہے ۔ یعنی اللہ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لئے مہمانی کے سامان ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص حضور نظام حیدر آباد (دکن) سے ملنا چاہتا تھا۔ پہلے ان کے کسی مصاحب خاص کو لکھے گا۔ وہ نظام صاحب سے دریافت کر کے ان کو لکھ دے گا کہ آپ آجائیے ۔ یہ شخص جب حیدر آباد (دکن) کے اسٹیشن پر پہنچے گا تو نظام صاحب خود اس کے استقبال کے لئے وہاں موجود نہ ہوں گے ۔ بلکہ ان کا کوئی نمائندہ ان کو لے جا کر مہمان خانہ میں پہنچا دے گا۔ اس دن سے اس کا وظیفہ شروع ہو جائے گا۔ ملاقات تو ممکن ہے کئی دن بعد ہو ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے

معزز مہمانوں کو پہلے بہشت میں پہنچا دیتے ہیں مگر ملاقات فقط جمعہ کے دن ہوتی ہے۔

خشیتہ الٰہی کے بعد ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اس سے احکام الٰہی کی تعمیل کا دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی ارادہ کا نام ایمان ہے ۔استاد کی مار کا ڈر ہو تو بچے سبق یاد کرتے ہیں ۔ اول خوف خدا اور پھر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ احکام الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ (1) قرآن یعنی وحی متلو یا جلی (2) احادیث یعنی وحی غیر متلو یا خفی ۔ قران بھی اس کا اور وما ینطق عن الھوی کے ماتحت احادیث کا مجموعہ بھی اسی کا القا کیا ہوا ہے۔

ایمان کے بعد تیسرا درجہ اسلام کا ہے اور اسلام کی بنیاد ایمان پر نہ ہو تو ایسا اسلام بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَ اللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ (سورۃ المنطفقون رکوع ا پارہ ۲۸)

منافقین کے دل میں چونکہ ایمان نہیں ہے۔ اس لئے وہ سچی بات بھی کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جھوٹا کہہ رہے ہیں

۔ اس کی مثال یوں سمجھئے بعض اوقات درخت کی جڑ خشک ہو جاتی ہے۔ مگر تنے پتے اور شاخیں سرسبز ہوتی ہیں۔ مالی ایسے درخت کو اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ ہے ۔اور اس کی جگہ ایک ٹہنی لگا دیتا ہے جو کئی سال بعد درخت بنے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ (بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتا ہے۔ اور لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ اگر دل میں ایمان نہیں تو عمل مقبول نہیں۔ منافقین کے دل میں اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ نہیں ہے اس لئے اللہ ان کو جھوٹا کہہ رہا ہے۔ ایمان کا نتیجہ اسلام ہے۔ جڑ خشک ہو تو درخت ہرا بھرا رہ ہی نہیں سکتا۔ منافقین کے دلوں میں ایمان نہ تھا۔ اس لئے وہ کفار اور مشرکین کے برابر سمجھے جاتے تھے۔

صحبت کا عکس پڑتا ہے ۔اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ .... الآیۃ صحبت میں بیٹھنے سے طبیعت پر اثر

پڑتا ہے۔ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

پہلے زمانہ میں عورتیں اپنے لڑکوں سے کہا کرتی تھیں۔ کہ بیٹا عمر رسیدہ لوگوں کے پاس بیٹھا کرو۔ تاکہ وہ جب اپنے تجربات بیان کریں تو ان کو سن کر تمہیں عقل آئے۔ ایمان پر اسلام کا ترتب ہوتا ہے۔ اور اسلام کا نتیجہ احسان ہے۔ احسان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْاِحسانُ اَنْ تَعبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔) گویا احسان شرف حضوری ہے ۔ اندھا اگر بینا سے باتیں کرے۔ اگر وہ اس کو دیکھتا نہیں۔ یقین تو ہے۔ کہ کوئی موجود ہے۔

اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ یہاں مخاطب کون ہے۔ اللہ کی ذات مخاطب ہے۔ اس طرح نماز مین جو لذت آتی ہے۔ اس کی ترجمانی الفاظ میں نہیں ہو سکتی ۔ یہ کیف

ہے۔ جہاں پانی مسلسل گرتا رہتا ہے وہاں پہلے سبزہ اور پھر پیپل کا درخت اگ آتا ہے۔ اوپر کی منزل میں یا کنوئیں کے اندر کوئی پیپل بوتا نہیں۔ مگر وہاں پانی کے مسلسل گرتے رہنے سے اگ آتا ہے۔ اسی طرح نیکوں کی مسلسل صحبت اور ان کی باتیں سن کر انسان کی طبعیت نیکی کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ خوف خدا پیدا ہو جائے تو طبیعت خود بخود اعمال صالحہ کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے طریق کار یہی ہے کہ صحبت ہو۔ صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔

دنیا میں انسانوں کے مختلف نصب العین ہیں۔ بعض کا نصب العین کوٹھی اور موٹر ہوتا ہے۔ بعض کا زمین اور بعض کا گریڈ بڑھانا۔ اللہ کے بعض بندوں کا نصب العین فقط رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اللہ کے دین کی اشاعت ہوتا ہے۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے زیادہ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ تاکہ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کے ماتحت ان لوگوں کے اعمال صالحہ سے ان کو حصہ ملے۔ اور ان کی نجات کی صورت بن جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میری اور تمہاری مثال اس طرح ہے کہ تم زبردستی جہنم میں گرنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہیں کمروں سے پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں۔

ہم مطلق تصوف کے قائل نہیں۔ ہم تو اس تصوف کے حامی ہیں جس کا ماخذ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ ہو۔ جو صوفی یا عالم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے راستہ کی طرف دوڑتا نظر آئے گا ہم تو اس کے پیچھے دوڑیں گے۔ بعض مسلمانوں کو پیر ایسے ملتے ہیں جو پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر اپنے مریدوں کو نچاتے ہیں۔ اس قسم کے پیروں کی صحبت میں عبادت کی توفیق بھی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو استقامت عطا فرمائے (آمین)۔

آخر میں اپنی ساری تقریر کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ روحانیت کی تکمیل کے لئے ابتداء میں خوف خدا آخر میں شرف حضوری اور درمیان میں ایمان اور اسلام کی ضرورت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۷ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲۸ جولائی ۱۹۵۵ء

مرض تطفیف اور اس کا علاج

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفے اما بعد عرض یہ ہے کہ بیعت کا تعلق اصلاح باطن کے لئے ہوتا ہے۔ باطن کی اصلاح ہر جگہ نہیں ہو سکتی۔ لاہور میں بے شمار تعلیم گاہیں موجود ہیں۔ لیکن وہاں اصلاح باطن نہیں ہوتی۔ اگر امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو یہ امراض قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیں گی۔ قیامت کے دن تڑپائیں گی اور جہنم میں پہنچائیں گی۔ اس کے بعد ایمان سلامت ہو گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نکل آئیں گے۔

سورۃ الجمعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر آتا ہے اور جگہ بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(اللہ) تعالیٰ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو امراض باطنی سے پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام قرآن کی آیات لے کر خلق خدا کو پہنچا دیتے ہیں ۔ یہ تلاوت آیات ہے۔ صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم قرآن بھی دیتے تھے۔ ان دونوں فرائض میں فرق ہے۔ تلاوت آیات تو یہ ہے کہ آیات امت کو پڑھ کر سنا دیں ۔ تعلیم کتاب میں مطلب سمجھانا اور متعلم کے شکوک و شبہات کا دور کرنا شامل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی جگہ صحابہ کرام کے سوالات کا ذکر آتا ہے۔ کبھی یتامی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی کبھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں ۔ (یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ) اسی طرح روایات میں ان کے سوالات کا ذکر آتا ہے۔ مثلاً" ایک صحابی دربار نبوی علیہ الصلوۃ والسلام میں حاضر ہو کر نجات

کے پروگرام کے متعلق پوچھتا ہے۔(ما النجاۃ) ان سوالات کے جواب قرآن و حدیث میں محفوظ ہیں۔ یہ تعلیم کتاب کا فرض ادا ہو رہا ہے۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دانش کی باتیں بھی سکھلاتے اور تزکیہ نفس بھی فرماتے ہیں تھے۔ نبوت کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات منتقل ہوتے آ رہے ہیں۔ اور ان کمالات کے حاملین اب تک رہے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ انہیں کی برکت سے آج تک اسلام زندہ اور تابندہ ہے۔ حفاظ مکاتب بچوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھاتے ہیں' یہ تلاوت آیات کا فرض انجام دیتے ہیں۔

علمائے کرام تعلیم قرآن کا' اور اولیاء کرام تزکیہ نفس کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ان کی صحبت میں امراض باطنی دور ہو جاتے ہیں' بشرطیکہ شیخ کامل اور طالب صادق ہو۔ اور عقیدت' ادب اور اطاعت میں فرق نہ آنے پائے ورنہ ؎

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر عبداللہ ابن ابی جہنم کا ایندھن اسی لئے بنا کہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ عقیدت تھی، نہ ادب، اور نہ اطاعت کرتا تھا۔

جسمانی ہو یا روحانی بیماری، اندر ہوتی ہے۔ اور اس کے اثرات باہر ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے تمام امراض روحانی سے پاک ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار مناقب ہیں۔ مثلاً" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔ مزید فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس راستہ سے گزر جاتا ہے شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عقیدت ادب اور اطاعت کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچے تو ہستی فنا ہو گئی۔

اہل سنت والجماعت کا ایمان ہے کہ ساری امت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا پودا لگایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی آبیاری کی حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس کی تکمیل ہوئی اس کے باوجود حضرت حذیفہ بن یمان سے دریافت کرتے ہیں کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں۔ ایک دفعہ ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باتیں فرما رہے تھے۔ دوران گفتگو میں فرمایا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو کام کئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر صاد کر دی ۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ان کاموں کا اجر نہ دے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو کام کئے ان پر گرفت نہ کرے' اور اس طرح پار جھاڑ ہو جائے' تو میں سمجھوں گا کہ یہ سستا سودا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ اسلام ہیں ۔ اور بیت المقدس کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں ۔ مگر پیرا ہن مبارک میں تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ غلام کے متعلق کہیں نہیں آتا اس کے بھی کرتہ میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

رات کو مدینہ منورہ میں پہرہ بھی خود ہی دیتے ہیں۔

ایک بڑھیا کی رات کو خدمت کرتے ہیں۔ تو وہ کہتی ہے کہ خلیفہ تو تجھے ہونا چاہئے تھا۔ ایک دفعہ رات کو گشت فرماتے ہوئے ایک ایسے خیمہ کے پاس پہنچے۔ جہاں سے بچوں

کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ان کی والدہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بچے بھوک کے مارے رو رہے ہیں۔ گھر میں پکانے کے لئے کچھ موجود نہیں۔ مگر بچوں کی ماں نے پانی کی دیگچی آگ پر چڑھا رکھی ہے کہ شاید بچوں کا دل اس طرح بہل جائے۔ اور وہ کسی نہ کسی طرح سو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب ماجرا دیکھنے کے بعد واپس آ جاتے ہیں۔ اور بیت المال سے ایک بوری آٹا اٹھا کر وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

خدا کے فضل سے مجھے چالیس سال پڑھتے پڑھاتے ہو گئے۔ میں بھی اسی کٹھیالی سے ہو کر نکلا ہوں۔ اس لئے مجھے معلوم ہے کہ مدارس عربیہ میں تعلیم ہوتی ہے مگر تربیت نہیں ہوتی۔ مثلاً" ایک عالم لفظ تہجد پر دو گھنٹے بول سکتا ہے۔ مگر اس علمی شان کے باوجود وہ تہجد کا پابند نہ ہو گا۔ اور ان کے اندر بجز مستثنیات کے، عام طور پر حسد، کبر، عجب وغیرہ سب بیماریاں موجود ہوتی ہیں۔

یہ یاد رکھئے کہ علم اور چیز ہے اور تربیت اور چیز ہے۔ امراض روحانی کا فقط ایک علاج ہے۔ اور وہ اللہ والوں کی صحبت ہے۔ ان کی صحبت میں اللہ کے پاک نام کی برکت سے

اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ان کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں وہ موتی ملتے ہیں، جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ بشرطیکہ عقیدت، ادب اور اطاعت کا دامن ہاتھ سے چھٹنے نہ پائے۔

ان میں سے ایک موتی ہے حلال اور حرام کی تمیز۔ دوسرا موتی ہے کشف قبور۔ حضور ﷺ کو یہ نعمت عطا شدہ تھی۔ ایک دفعہ آپ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں دو قبریں آئیں۔ فرمایا کہ دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ وَمَا یُعذِّبَانِ فِی کَبِیر (دونوں کو کسی بڑے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا)۔ ایک چغل خور تھا، اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا۔

جو سر پھرے نوجوان ان باتوں کو نہیں مانتے ان سے کہا کرتا ہوں کہ چودہ سال کا خرچ میرے پاس لا کر جمع کرا دو۔ تو میں تمہیں ایسے اللہ والوں کی صحبت میں جا بٹھاؤں گا۔ جو تمہاری تربیت کریں گے۔ پھر ایک منٹ میں تم بتلا سکو گے کہ قَبرَ ھٰذَا الْمَقْبُوْرِ رَوْضَۃٌ مِنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اس صاحب قبر کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اور قَبرُ ھٰذَا الْمَقبُور حُفرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ اس قبر والے کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ یہ چیزیں جزء اسلام نہیں۔ کون کہتا ہے کہ جن کو کشف قبور حاصل نہیں وہ مسلمان نہیں۔

آج میں مرض تطفیف کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تیسواں پارہ سورۃ المطففین میں فرماتے ہیں۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَ اِذَا کَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ہلاکت ہے مطففین کے لئے۔ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ یہ حکم تاجر پیشہ کے لئے ہے۔ کہ اگر وہ کسی سے کوئی چیز لیں گے تو چالیس سیر کی بجائے ساڑھے چالیس سیر وصول کریں گے۔ لیکن اگر کسی گاہک کو دیں گے تو چالیس سیر کی بجائے ساڑھے انتالیس سیر ہی نکلے گی۔ مگر اس حکم کی علت عام ہے۔ اس کو ذرا وسیع کر دیجئے تو ہر دو شخصوں میں تطفیف ہو سکتی ہے۔ تطفیف کیا ہے؟۔ اپنا حق پورا لینا اور دوسرے کا حق ادا نہ کرنا۔ بیوی اور خاوند' باپ اور بیٹا آقا اور

نوکر وغیرہ میں تطفیف ہو سکتی ہے۔ عام طور پر بیوی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ خاوند جو کچھ کما کر لائے سب میری جھولی میں لا کر ڈال دے۔ اور والدین کو ایک کھوٹا دھیلہ بھی نہ دے۔ اس کے باوجود اگر وہ خاوند کو وقت پر روٹی بھی نہ دے تو وہ مطفف ہے۔ اگر وہ پوچھے تو طرح طرح کے بہانے بنائے ۔بعض اوقات خاوند مطفف ہوتا ہے۔ اگر وہ خود ہوٹل سے دو وقت مرغن غذائیں کھا آئے اور بیوی بچوں کو دال کے لئے دو پیسے دے دے۔ تو یہ خاوند مطفف ہے۔ درزی بھی مطفف ہو سکتا ہے۔ اگر اس نے کسی کا بچہ کام سکھانے کے لئے اپنے پاس بٹھلا رکھا ہے۔ لیکن سارا دن اس سے حقے کی چلمیں بھرواتا ہے اور کام نہیں سکھلاتا۔ استاد اور شاگرد میں بھی تطفیف ہو سکتی ہے۔ اگر استاد مطالعہ کر کے نہیں آتا اور شاگرد کوئی سوال پوچھیں تو الٹا ان کو ڈانٹنے لگے تو وہ مطفف ہے۔

یہ مرض تطفیف جہنم میں لے جائے گا۔ ویل للمطففین ویل کے معنی ہلاکت بھی ہیں اور "جہنم میں ایک وادی کا نام بھی ویل ہے" دونوں معنوں میں مطفف سزا کا

مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس مرض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ اس کا فقط ایک ہی طریقہ ہے قرآن کی تعلیم ہو اور اللہ والوں کی صحبت ہو تو باقی امراض روحانی کی طرح مرض تطفیف سے بھی آہستہ آہستہ شفا ہو جاتی ہے۔

آپ یہاں آتے ہیں کتاب و سنت کا پیغام سنتے ہیں۔ تھوڑی بہت اصلاح ہو جاتی ہے۔ آپ کے بیوی بچے یہاں نہیں آتے ان کو عذاب الٰہی سے بچانا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا" اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچا لو۔ اگر آپ نے اس ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو یاد رکھئے قیامت کے دن آپ گرفت سے نہ بچ سکیں گے۔ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے آٹھویں دن ایک چونی خرچ کر کے ہفت روزہ خدام الدین لے جایا کریں۔ کیونکہ میری جمعرات کی تقریر اس میں چھپتی ہے۔ اگر بیوی اور بچے پڑھے ہوئے ہیں تو ان سے کہئے کہ خود پڑھ لیں۔ ورنہ ان کو پڑھ کر سنا دیا

کریں۔

انجمن کا یہ مقصد نہیں کہ اس کا اخبار بکے اور نفع ہو۔ بلکہ یہ تو دوزخ سے آپ کے اور آپ کے بیوی بچوں کو بچانے کا سامان ہے۔

انجمن ۴۴ سال سے قائم ہے۔ مگر چندہ جمع کرنے کے لئے اس نے کبھی سفیر نہیں رکھا۔ ہر انجمن کا ایک نہ ایک سفیر ہوتا ہے۔ علماء دورہ تفسیر کے لئے آتے ہیں۔ ملک کی تقسیم سے پہلے "۸۰ - ۸۰" تک آتے تھے۔ اب چالیس پچاس ہوتے ہیں۔ مگر میں نے کبھی ان کے لئے چندہ کی اپیل نہیں کی۔ روزی رساں اللہ تعالیٰ ہیں۔ وہ خود بھجوا دیتے ہیں۔ وہی ان کو پشاور اور سکھر سے لاتا ہے۔ اور وہی ان کا رزق بھی بھجوا دیتا ہے۔

ایک دفعہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ سے بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور حکم دے دیا کہ ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز ان کے ہاں نہ پہنچنے پائے۔ پہرے بٹھا دیئے گئے۔ جو ان کے ہاں آتا اس کی تلاشی لے کر آنے دیتے۔ ایک دن وہ خادم کو ساتھ لے کر باہر تشریف لے گئے۔ اور خادم

سے فرمایا جو خرید نا ہو خرید لو۔ خادم نے جب دیکھا کہ بازار لگا ہوا ہے اور ہر چیز موجود ہے تو عرض کی، حضرت یہ کیا ماجرا ہے۔

فرمایا کہ ہمارے حصہ کا جو رزق تھا اس کو ہمیں پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ عظام کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ یہاں جنگل میں بازار لگا کر بیٹھا کریں۔ یہ اعتماد علی اللہ ہے۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

میرے دو مربی ہیں۔ حضرت دین پوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جو اب نویں دفعہ چھپا ہے۔ میرے لئے اس میں سے ایک پیسہ بھی حرام ہے۔ صرف ان کی روح کو ثواب پہنچانے اور اشاعت دین کیلئے چھپوایا جاتا ہے۔ میں نے ان کو ٹائٹل پیج پر قطب الاقطاب لکھا ہے۔ اولیائے کرام میں یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ لیکن وہ جب کبھی خاص بات فرماتے تو فرماتے ان گناہ گار آنکھوں نے

یہ دیکھا۔

حضور کی دعا ہے۔ اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا" و فی اعین الناس کبیرا"

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے اپنی نظر میں ذلیل اور دوسرے لوگوں کی نظر میں معزز بنا۔

اللہ والوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ ان کے تربیت یافتہ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے بڑے سے بڑا گناہ گار بھی آ جائے تو وہ اس کو اپنے سے اچھا سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات ایک شخص ساری عمر جنت کے کام کرتا رہتا ہے۔ جب ایک ہاتھ جنت میں جانے سے باقی تھا کہ ایک کام اس سے ایسا ہو گیا کہ سیدھا جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ساری عمر جہنم کے کام کرتا رہتا ہے۔ جب جہنم میں جانے سے ایک ہاتھ باقی ہوتا ہے اس سے ایک کام ہو جاتا ہے کہ وہ سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ اللہ والے یہ خیال کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آخر وقت میں اس گناہ گار سے ایک ایسا کام ہو جائے کہ جنت میں چلا جائے۔اور ھم سے ایسا کام ہو جائے جو ہمیں جہنم میں

پہنچا دے۔ چونکہ نظام چلانا تھا اس لئے حضرت عمرؓ ہر وقت درہ ہاتھ میں رکھتے۔ مگر اس کے باوجود ان کی ہستی فنا ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو بھی اپنی ہستی فنا کرنے اور مرض تطفیف سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمِین یَا اِلٰہُ العَالَمِین)

۱۴ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۴ اگست ۱۹۵۵ء

موت محمود

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ۔ میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ جمعرات کا یہ اجتماع اس خاص تعلق کی بناء پر ہے جو میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ اگرچہ میں گنہگار ہوں اور اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ لیکن میں اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہوں۔ میرے دو مربی ہیں۔ شجرہ میں دائیں طرف حضرت دین پوری اور بائیں طرف حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہما ہیں۔ دونوں مجھے پر کچھ بوجھ ڈال گئے ہیں۔

میری عمر دس سال کی تھی جب میں نے حضرت دین پوری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ میری بیعت کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے جوانی کے بعد بیعت کی تھی۔ دونوں نے مجھے اللہ کا نام بتلایا اور دوسروں کو بتلانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس لئے ان دوستوں کی رہنمائی' میں اپنا فرض سمجھتا ہوں'

جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے۔

یہ اجتماع دراصل اسی غرض کے لئے ہوتا ہے۔ اور حضرات بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔ میں کسی کو منع نہیں کرتا۔ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں۔ جس کا دل چاہے شریک ہو جائے۔ میرے درس میں بعض میرے مخالف بھی آتے تھے۔ اب بھی آتے ہیں۔ میں خوش ہوتا ہوں کہ میری ہی تو بات سن کر جائیں گے۔ مولوی حشمت علی اہل قرآن کے امام تھے۔ جب کبھی تشریف لاتے تو میں ان کو ادب سے بلا کر اپنے پاس بٹھلاتا کیونکہ وہ میرے باپ سے بھی عمر میں بڑے تھے۔ وہ مجھے اور ہمارے بزرگوں سب کو کافر کہتے تھے۔ میں نے ان کو الحمد کی "الف" سے لے کر والناس کی "سین" تک سارا قرآن درس میں سنایا۔ اخلاق اور چیز ہے اختلاف رائے اور چیز ہے۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ کافر سے بھی حسن سلوک کرو۔ (سورۃ ممتحنہ رکوع ۲ پارہ ۲۸) میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِ کُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ

اَلْمُقْسِطِیْنَ (جن لوگوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)

الحمد للہ آپ آ جاتے ہیں تو میں اپنی ذمہ داری کو نبھا دیتا ہوں۔ ایسے موقعہ پر میرا خاموش رہنا میرے لئے گناہ ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے میرے پاس اسی لئے بھجواتا ہے کہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی رہنمائی کروں۔ مجھے اپنے حضرات کے جوتوں کے صدقے یہ دولت نصیب ہوئی ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے
ھم چوں حنا سودہ نگردی بتہ سنگ
ہر گز بکف پائے یار نہ رسی

یہی تصوف کی روح ہے ۔ قرآن کی اصطلاح میں تصوف کو تزکیہ کہا گیا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کبر ہوتا ہے۔ متکبر ہر ایک کو

اپنے آپ سے گھٹیا تصور کرتا ہے۔ اور سب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں ذرا سا بھی تکبر ہو گا۔ وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ اگر ہستی فنا ہو تو پھر انسان سمجھتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے اچھا وہ بھی مجھ سے اچھا۔

آج میں موت محمود کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پارہ ۲۴ رکوع نمبر ۱۸ سورہ حم سجدہ رکوع نمبر ۴ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیَآءُ کُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ○

(بے شک جن لوگوں نے ایک دفعہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کی۔ ان پر اللہ کی طرف سے (موت کے وقت) ملائکہ نازل ہوں گے (اور وہ ان کو یہ پیغام دیں گے) کہ خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو۔ اور تم کو اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی

زندگی اور آخرۃ میں تمہارے دوست تھے اور اس (جنت میں) تمہارے لیے ہر وہ چیز موجود ہے جس کی تمہارے نفس خواہش کریں گے اور جس کو تم طلب کرو گے)

اس قسم کی موت محمود ہے یہ ان لوگوں کی موت ہے جو عسر اور یسر میں اللہ کے دروازہ پر ہی پڑے رہے۔ اور اس کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہیں گئے۔ جس چیز کی ضرورت ہوئی اسی سے مانگی۔ بیٹا' روٹی' شفا غرضیکہ ہر ضرورت کے لئے اسی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی کے دروازے پر نہیں گئے۔ ہاتھ پھیلایا تو اسی کے آگے' چل کر گئے تو اسی کے دروازہ پر۔ سر جھکایا تو اسی کے آگے۔ غرض کہ ہر حال میں اسی کے ہو کر رہے۔ اس قسم کے بندوں کی موت محمود ہوتی ہے۔ان کے پاس موت کے وقت ملائکہ عظام پیغام خوشخبری لے کر آتے ہیں کہ اللہ تم سے راضی ہے۔ سکرات کی حالت میں انسان بین بین ہوتا ہے۔ اس جہاں سے پوری طرح نہیں کٹتا' اور عالم ملکوت میں پہنچا نہیں' اس وقت ملائکہ عظام آکر اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا...... کا پیغام اس کو دیتے ہیں۔ خوف مستقبل اور حزن ماضی کے متعلق

ہوتا ہے۔ ملائکہ عظام دنیا میں انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر یہاں اس سے ملتے نہیں۔ مرنے کے بعد جب یہ ان کے ویس میں جاتا ہے۔ تو پھر وہ اس سے مل کر اس کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کسی اللہ والے نے اس قسم کے حضرات کی موت کے متعلق کیا ہی خوب کہا ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ بَاکِیاً
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْراً

(اے شخص) تو وہ ہے کہ جب تیری ماں نے تم کو جنا تھا۔ تو تو رو رہا تھا۔ اور تیرے گرد لوگ خوشی سے ہنس رہے تھے)۔

فَاحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَکُوْنُ اِذَا بَکَوا
مُسْتَبْشِراً ضَا حِکًا مَسْرُوْراً

(تو ایسے) عمل کی حرص کر کہ جب وہ رو رہے ہوں۔ تو تو خوشخبری پانے والا ہنسنے والا اور خوش ہونے والا ہو) فارسی میں کسی اللہ کے بندے نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خندہ بودند
گریہ
تو

آں چناں زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریہ
بودند تو خندہ

اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو یہ موت نصیب فرمائے۔ اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اکل حلال اور نیک بندوں کی صحبت۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدوٰۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (پابند رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو صبح اور شام اپنے رب کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ (اور وہ اسی کی رضاء کے طالب ہیں)

اس قسم کے اللہ کے بندوں کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ان کو نہ جائدادیں بنانے' نہ سیٹھ بننے اور نہ گریڈ بڑھانے کا شوق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے اولیاء کرام کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

موتی ملنے ارزاں 'مگر اللہ والے موتیوں سے بھی زیادہ گراں ہوتے ہیں۔ ان کے جوتوں کے تلے کی خاک کے ذروں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی

نہیں ہوتے۔ ان کی زندگی بھی محمود اور موت بھی محمود۔ ان کی صحبت اور اکل حلال نصیب ہو تو موت محمود حاصل ہو جاتی ہے۔

حرام دو قسم کا ہے (۱) صورتاً" حرام۔ سئور (خنزیر) مثلاً" صورتاً" حرام ہے (۲) حقیقتاً" حرام۔ مثلاً" بکری صورتاً" حلال ہے۔ اگر چوری کی ہو تو اس کا گوشت حقیقتاً" حرام ہو گا۔

عام مسلمان اس کے مکلف نہیں کہ حقیقتاً" حرام اشیاء استعمال نہ کریں مگر اس کا اثر ضرور ہو گا۔ اگر ایک شخص سفوف سمجھ کر سنکھیا کھالے تو بے شک وہ خود کشی کا مجرم تو نہ ہو گا۔ مگر سنکھیا پیغام موت تو ضرور لائے گا۔ اسی طرح چوری کی بکری کا گوشت کھالیا تو اس کا اثر تو ضرور ہو گا۔ میری عمر ۷۵ سال کی ہے۔ آپ سب سے میں عمر میں بڑا ہوں۔ میں نے اپنے حضرات کے ہاں یہی دیکھا ہے۔ وہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو پھیکا بھات دیتے تھے۔ وہ اس کو تارے پلاؤ کہتے تھے۔ حضرت دین پوری اور داد پیر رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں یہی دستور تھا۔ پھیکا بھات کھانے والوں کو اسی

سے لذت آتی تھی۔ یہ حلال کمائی والوں کے نذرانوں سے تیار ہوتا تھا۔ دنیا داروں کے نذرانے الگ رکھے جاتے تھے۔ وہ جب کبھی آتے تو ان کو ان نذرانوں میں سے کھلاتے تھے۔ دنیا دار اللہ والوں کے دروازہ پر اپنی ضرورتوں کے لئے آتے ہیں۔ اللہ اللہ سیکھنے کے لئے نہیں آتے۔

غرضیکہ اللہ کی برکت سے حلال و حرام میں تمیز ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ اللہ کا فضل اور شیخ کامل کی دعا شامل حال ہو۔

اکثر سبزی حرام کی ' پھل حرام کے ' آٹا حرام کا ہوتا ہے ' اگرچہ مسلمان ان چیزوں سے بچنے کا مکلف نہیں۔ لیکن اثر تو ضرور ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ بے دینی عام ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا سبب اکل حلال کا نہ ہونا ہے۔ فریب ' دھوکا بازی ' بددیانتی وغیرہ عام ہیں۔ اس کا فقط ایک علاج ہے کہ کسی اللہ والے کا ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے۔ پھر وہ جو کھلائیں کھائے اور جس سے منع کریں اس سے رک جائے۔

میں اپنے دونوں مربیوں اور دادا پیر رحمہ اللہ کے ہاں یہی دیکھا کہ فاقہ ہوتا تو سب کے لئے۔ نہ اندرون خانہ کچھ کھانے کے لئے ہوتا اور نہ باہر جماعت کے لئے۔ جب کچھ

آیا تو سب کو تھوڑا تھوڑا بانٹ دیتے۔ ظاہر باطن چونکہ ایک ہوتا ہے تو باطن کے جذبات کا اثر ظاہر پر ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

جن کی موت محمود نہیں ہوتی۔ وہ بیوی اولاد گھر کے ساز و سامان وغیرہ ہر ایک چیز کو دیکھ کر موت کے وقت روتے ہیں۔ ان کے متعلق آنحضرت پ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ ان کی جان بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ اللہ والوں سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت' ادب ' اور اطاعت ضروری ہیں۔ ظاہری علم میں پچاس فیصدی ادب ہو تو فائدہ ہوتا ہے۔ باطنی فیض کے لئے ۱۰۰ فیصد ادب کی ضرورت ہے۔ یا تو انسان خود کامل اور صاحب استقامت ہو۔ یا کسی صاحب استقامت شخص کی صحبت نصیب ہو۔ تو ایسے شخص کی موت اور زندگی دونوں محمود ہوتی ہیں۔

میری ساری تقریر کا حاصل یہ ہے۔ کہ محمود موت کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ دو چیزوں کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ اب ایک اور چیز کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو بطور پرہیز

کے ہے۔ (۱) اکل حلال (۲) اللہ والون کی صحبت (۳) نا اہلوں کی صحبت سے پرہیز۔ جس شخص میں یہ تین چیزیں پائی جائیں تو وہ موت محمود کا مستحق ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو "موت محمود سے نوازے

(آمین ثم آمین)

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۵۵ء

کبر اور اس کا علاج

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ امراض کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جسمانی امراض (۲) روحانی امراض ۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ انسان کے امراض میں مبتلا ہونے سے پہلے ان کا علاج بہم پہنچائے ۔ جسمانی امراض کے معالج اطباء اور ڈاکٹر ہیں۔ روحانی امراض کے معالج حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ آپ کے بعد اس فن کے ماہر اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ ان امراض کا پتہ قرآن سے ملتا ہے۔ قرآن محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

اس کی حفاظت میں کاتب ' حفاظ مکاتب علماء کرام سب کا حصہ ہے۔ کاتبوں کے ذریعے عربی رسم الخط محفوظ ' حفاظ

مکاتب ان نقوش کا صحیح تلفظ سکھاتے ہیں۔ ان کے ذریعہ تلفظ محفوظ ہے۔ اور علمائے کرام اس کے معنٰی اور مطالب سمجھتے ہیں۔ صوفیائے کرام بھی اس کی حفاظت میں حصہ دار ہیں۔ وہ اس کے عمل کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جنہوں نے قرآن کی حفاظت میں حصہ لیا۔

آج میں کبر کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے کبر کی تعریف میں فرمایا۔ (بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ) حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا۔ کیا اس حدیث کے پڑھنے کے بعد اہل علم حضرات کے اندر سے کبر نکل جاتا ہے؟۔ ہرگز نہیں کبر کے معنٰی سمجھ میں آ جائیں گے۔ لیکن کبر نکلتا نہیں جب تک اللہ والون کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس نہ ہو۔ تزکیہ نفس کا دوسرا نام تصوف ہے۔ علمائے کرام قال کے محافظ ہوتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام قال کا حال بنا دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرا بھر بھی کبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ گویا

کہ کبر ایک مہلک روحانی بیماری ہے جو جہنم میں پہنچائے گی۔

میرے دو سلسلے ہیں، ایک علم کا اور دوسرا عمل کا۔ دوسرے یعنی عمل والے سلسلے کے حامل صوفیائے کرام ہوتے ہیں۔ روحانی بیماریوں سے شفا ان کی صحبت میں ہوتی ہے۔ وہ خود شفا یافتہ ہوتے ہیں۔

میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق خود حافظ قرآن تھے۔ اور خود ہی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عالم کو آپ نے نماز پڑھانے کے لئے اپنے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا۔ حضرت کا ایک فدائی خادم نہ رہ سکا۔ وہ مصلیٰ لے کر بھاگ گیا۔ کہ میرے حضرت کے مصلیٰ پر غیر آدمی کیوں کھڑا ہو۔ مگر حضرت رحمہ اللہ نے اپنی پگڑی پھاڑ کر مصلیٰ کی جگہ بچھا دی اور فرمایا کہ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائیے۔ اس کو کہتے ہیں ہستی فنا ہونا۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کبر مہلک روحانی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا ہی میں اس سے شفایاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ جہنم سے بچ جائیں۔ اگر شفا نہ ہوئی تو امراض روحانی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہسپتال جہنم

ہے۔ وہاں جانا پڑے گا۔ ہر مرض کا علیحدہ وارڈ ہے۔ ہسپتال میں بیمار کو ہی بھیجا جاتا ہے۔ تندرست کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح جہنم میں بھی صرف بروحانی مریض کو ہی بھیجا جائے گا۔

علم پڑھنے سے کبر نہیں نکلتا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہر کافر فرنگ' ملحد ' اور زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھا جائے۔ یہ ان کا حال ہے ہم ان کو مجدد وقت کہتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک ان کی نظیر نہیں۔ لیکن وہ اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بد تر قرار دیتے ہیں ۔ یہ اس لئے ہے کہ ان کے اندر سے کبر نکلا ہوا ہے۔ ان کے مندرجہ بالا ارشاد کو سمجھنے کے لئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ایک ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا مظہر۔ بجلی کا کرنٹ ظاہر ہے اور بلب اس کا مظہر ہے۔ انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفات سبعہ کا مظہر ہے۔ وہ صفات سبعہ یہ ہیں۔ (۱) بصیر (۲) کلیم (۳) سمیع (۴) حیٔ (۵) قدیر (۶) مرید (۷) علیم لَا عَلِیمَ اِلَّا اللّٰہ لَا کَلِیمَ اِلَّا اللّٰہ لَا بَصِیرَ اِلَّا اللّٰہ لَا

سَمِیۡعَ اِلَّا اللّٰہ۔ لَا حَیَّ اِلَّا اللّٰہ لَا مُرِیۡدَ اِلَّا اللّٰہ لَا قَدِیۡرَ اِلَّا اللّٰہ کلام اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ہے اس کا پرتو زبان پر پڑتا ہے۔ تو وہ گویا ہو جاتی ہے۔ کان مظہر ہیں اس کی صفت سمیع کے گویا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی فضل ہے۔ وہی دل میں ڈالتا ہے وہی کہلواتا ہے۔ اور وہی سننے اور سمجھنے کی توفیق دیتا ہے۔ اگر یہ صفتیں انسان سے الگ کر لی جائیں تو پھر یہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہو گا۔ بینا نہیں بلکہ اندھا۔ غرض یہ کہ یہ تمام برائیوں کا مظہر ہو گا۔ کیونکہ اندھا بہرہ گونگا جاہل ہونا خوبی نہیں یہ سب مکروہات ہیں۔ اللہ والوں کی نظر غیروں کے ظاہر پر اپنے مظہر پر پڑتی ہے۔

اس لئے مجدد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر فرنگ، ملحد اور زندیق مجھ سے بہتر ہے۔ ان کے سامنے فرعون بھی آ جائے تو وہ اس کے ظاہر کو دیکھیں گے۔ جس کا اللہ تعالیٰ کی صفات سے تعلق ہے۔ فرعون کا ظاہر نہیں بلکہ مظہر بولتا ہے۔ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی اور مَا عَلِمۡتُ لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرِیۡ (پارہ نمبر ۲۰ رکوع نمبر ۷)

اس لئے وہ مظہر کی ان باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

فرعون پر بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس موسلا دھار بارش کی طرح آ رہا ہے۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے پاک فرمائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مظہر کو اور دوسروں کے ظاہر کو دیکھا جائے۔ اس طرح کرنے سے اپنے گناہ ہر وقت سامنے رہیں گے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہی دستور رہا ہے ۔ باوجودیکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی ذرا سی لغزش کو بھی ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ اگرچہ اللہ کی طرف سے اس کی معافی کا بھی اعلان ہو چکا ہو آدم علیہ السلام اور حوا کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے اس درخت کو کھا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ۔ اللہ تعالیٰ نے معافی کے الفاظ خود ہی القاء فرمائے اور معافی کا اعلان بھی فرما دیا۔ لیکن آدم علیہ السلام قیامت کے دن بھی رد فرمائیں گے کہ بارگاہ الٰہی میں جا کر عرض کریں کہ حساب کتاب شروع کیا جائے۔

آخر میں، میں آپ سب کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ

گناہوں کا ایک بورڈ بنا لیجئے۔ میں نے بھی بنایا ہوا ہے۔ جو گناہ بھی ہو اس پر لکھ لیا جائے اس سے ہم اپنے نفس کو ڈانٹ سکیں گے کہ تو یہ ہے۔ اگر یہ تیرے گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی تیرے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرے گا۔

مرض کبر سے نجات پانا ضروری ہے۔ کسی شاعر نے مرض کبر میں مبتلا اور نجات پانے والے کے متعلق یوں اظہار خیال کیا ہے۔

نہ تھی حال کی جب کہ اپنے خبر
نظر آتے تھے سب کو عیب و ہنر
پڑی حال پہ جب کہ اپنے نظر
کسی کا کوئی عیب بھی نہ رہا

کافر کو ہم اس لئے مبغوض سمجھیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے مبغوض کہتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی ہم اس کے ظاہر پر نظر رکھیں گے۔ تاکہ اپنے اندر کبر پیدا نہ ہو۔ یہ ایک سبق ہے اگر آپ اس کو یاد رکھیں گے تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مرض کبر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ (آمین)

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۸ اگست ۱۹۵۵ء

دل کے چین کا نسخہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

ہر شخص غریب ہو یا امیر' بادشاہ ہو یا فقیر دل کا چین چاہتا ہے۔ چین کو عربی میں اطمینان کہتے ہیں۔ زمیندار سمجھتا ہے کہ زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمانے میں دل کا چین ہے۔ بزاز سمجھتا ہے کہ اپنی دوکان میں زیادہ سے زیادہ مالیت کا کپڑا جمع کرنے میں چین ہے۔ ملازم پیشہ گریڈ بڑھانے کو چین کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ شادی شدہ شادی کے بعد اولاد کے ذریعے دل کا چین تلاش کرتے ہیں۔ یہ سب راستے غلط ہیں۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جتنا قدم چین حاصل کرنے کے لئے بڑھایا۔ اتنا ہی راہ راست سے دور ہوتے گئے۔ اور بے چینی بڑھتی گئی۔ مثلاً" ایک زمیندار جس کے پاس زمین کے چار مربعے ہیں۔ وہ

پانچواں مربع لینا چاہتا ہے ۔ اس کے لئے اس کو پٹواری سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک سب کے پاس جانا پڑے گا۔ وقتی خوشامد کے باعث اور عزت کی خاطر روپیہ بھی ضائع کرنا پڑے گا۔ پٹواری کی خوشامد اور اس کو سلام بھی کرے گا۔ اگرچہ دل میں سمجھتا ہے کہ یہ ٹکے کا نوکر ہے ۔ میرے مقابلے میں اس کی کیا ہستی ہے ۔ کہ فرعون بنا بیٹھا ہے۔ ایک بڑے سے بڑے افسر کا کہنا ہے کہ ہمیں بھی پٹواری کو رشوت دینی پڑتی ہے۔ غرضیکہ اپنے مطلب کے لئے اس کو گدھے کا باپ بنانا پڑے گا۔ فرض کیجئے کہ اس کا پانچواں مربع زمین کامل گیا۔ اس کے بعد اس کو اس مربع کے لئے پانی حاصل کرنے کے لئے پھر خوشامد وغیرہ کی پٹی پڑھنی پڑے گی۔ اس کے بعد مزارعین کی ضرورت ہو گی ۔ایک مزارعہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس ایک بیل ہے۔ دوسرا لے دیجئے تو میں کاشت شروع کر سکتا ہوں۔ اس کو اس زمین دار نے دو سو روپے دے دیئے۔ دوسرا مزارعہ کہتا ہے کہ میرے پاس دو بیل ہیں۔ دو اور لے دیجئے تو دو جوڑی سے کاشت جلدی ہو جائے گی۔ دیکھا آپ نے چین حاصل کرنے کے لئے کس طرح بے چینی کے سامان

اپنے ہاتھ سے پیدا کیئے جا رہے ہیں۔

بزاز نے ایک دو لاکھ روپے کا کپڑا منگوایا ہے۔ اس کو ہردم یہی خطرہ رہے گا کہ کپڑے کی قیمت نہ گر جائے۔ اور ایک لاکھ کا ساٹھ ہزار نہ رہ جائے۔ صراف نے اگر ساٹھ ہزار کا سونا منگوایا ہے تو اسے ہر وقت یہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں بھاؤ نہ گر جائے۔ غرضیکہ ہر وقت بے چینی ہی بے چینی ہے۔ ایک سیٹھ کی جتنی دوکانیں ہوں گی اتنے ہی اس کے دل کے ٹکڑے ہوں گے۔ اگر اس کی کلکتہ بمبئی دلی اور کراچی میں دکانیں ہیں تو اس کو ہر وقت یہی ڈر رہے گا کہ کہیں کسی دوکان کو آگ نہ لگ جائے۔ ان سب کے مقابلے میں ایک پنواڑی خوش ہے۔ وہ ایک روپیہ کے پان خریدتا ہے اور شام کو ایک روپیہ نفع کما لیتا ہے۔ اس کی پونجی بھی بچ گئی اور روٹی بھی مل گئی۔ نہ اسے آگ کا ڈر ہے اور نہ ہی پٹواری' قانون گو' نائب تحصیلدار' یا تحصیل دار کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔

انسان چین چاہتا ہے چین صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامنگیری میں مل سکتا ہے۔ باقی کسی کو چین نہیں بادشاہ کو

بھی چین نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک اکنی گر جائے تو افسوس ہوتا ہے۔ جس بادشاہ کا ایک جہاز بمعہ فوج دشمن نے غرق کر دیا۔ خیال کیجئے اس کو کتنی بے چینی ہو گی۔ ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں جرمنوں نے برطانیہ کے بے شمار جہاز غرق کئے۔ جرمنوں کا آب دوز جہاز "ایمڈن" ہر جگہ تباہی مچاتا پھرتا تھا۔ کیا اس وقت شاہ لندن کو چین ہو سکتا تھا جب کہ اس کے جہاز پر جہاز غرق ہو رہے تھے۔ حقیقت میں بادشاہ تو سب سے زیادہ متفکر ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہی حاصل کر کے چین پائیں گے لیکن۔۔

این خیال است و محال است و جنوں

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ چین ذکر الٰہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ترجمہ: (خبردار دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر ہی میں ہے۔ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تصدیق اس ذکر کی مجلس سے ہوتی ہے۔ ہم سب کو جتنا اطمینان یہاں نصیب ہے وہ سارے ہفتہ سے زیادہ ہے۔ ملازم پیشہ کو جو یہاں اطمینان ہے وہ اس کو دفتر میں حاصل ہونا ناممکن ہے۔ دکان دار کو جو یہاں چین ہے وہ اس کو دکان میں

بیٹھ کو نصیب ہو نہیں سکتا۔ جو چین ہم سب کو یہاں حاصل ہے کیا وہ وزیر اعظم کو حاصل ہے؟۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اس کو تو ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں میری پارٹی میرے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس نہ کر دے۔ وزارت چھن سکتی ہے مگر اللہ کا نام کون چھین سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو وہ اپنے دروازے سے ہٹا دیتے ہیں۔ چنانچہ ممدوٹ، دولتانہ اور نون سے وزارت چھن گئی۔ لیکن ہم سب اسی طرح اللہ کے ذکر میں شاغل ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس مجلس میں جو سرور حاصل ہے وہ یہاں سے اٹھنے کے بعد نہ رہے گا۔ طبعت میں سرور عبادت کی قبولیت کی علامت ہے۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ کسی گناہ کے باعث اپنے دروازہ سے نہ ہٹا دے۔ میں نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھنے کے باوجود دل چاہتا ہے کہ اٹھ کر بھاگ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔ ورنہ ان کا دل اچاٹ نہ ہوتا بلکہ مسرور ہوتا۔

ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم اسی طرح رات کے ۱۲ بجے تک ذکر الٰہی میں ذاکر و شاغل رہیں۔

اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے۔ اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودوں کو پانی دیتا ہے۔ دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔ اگر کسی سے اللہ کا نام سیکھا جائے اور پھر اندھیری کوٹھڑی میں جہاں ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہ دے ذکر الٰہی کیا جائے تو وہ لذت آتی ہے۔ جو بادشاہ کو سرپر تاج شاہی رکھوا کر اور لاکھوں فوج (جو اس کے ابرو کے اشارہ پر کٹ مرنے کو تیار ہو) رکھ کر بھی نصیب نہ ہو گی۔

نفی آسان اور اثبات مشکل ہے۔ ہر چیز کا چین اس کے جمع کرنے سے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے ذکر میں نفی سے لطف آتا ہے۔ اللہ کا ذکر چاہتا ہے کہ کوئی نہ ہو۔ جس کمرہ میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہوں وہاں آدھی رات کو اٹھ کر ذکر کرنے میں وہ لطف نہیں آسکتا جو تنہا کمرہ میں کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کا مکان عالیشان ہے اور اس میں صوفہ سیٹ اور ہر قسم کا سامان آسائش وغیرہ بھی موجود ہے ۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان سب چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو کتنی تگ و دو کرنی پڑتی ہو گی۔

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہئے
اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے۔

ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کمرہ خوب سجا ہوا ہو۔ تاکہ چین نصیب ہو۔ اس کے لیے کم از کم دو ہزار روپیہ تو چاہیے۔ روپیہ تب آئے گا جب کمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اسباب دنیا سے علیحدگی میں ہے ۔اللہ کے پاک نام میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ اس کے نام کا تقاضا یہ ہے کہ بے سرو سامانی میں ہی اس کو یاد کیا جائے۔ مثلاً" ایک ایسا کمرہ جس میں نہ سورج چاند اور ستاروں کی روشنی' حتیٰ کہ فانوس بھی روشن نہ ہو۔ وہاں ذکر الٰہی میں چین سب سے زیادہ ہو گا۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ ماسوا اللہ سے انقطاع چاہتا ہے۔

اگر کسی کی بچی نے روٹی پکا دی جو آدھی کچی اور آدھی پکی تھی تو وہ شخص کھا تو جائے گا مگر اس کو وہ مزا نہ آئے گا جو

ایک تجربہ کار عورت کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی میں آئے گا۔

بعض احباب کہتے ہیں کہ پہلے اللہ اللہ کرتے تھے مگر لطف نہ آتا تھا۔ آپ نے جس طرح بتلایا ہے اس طرح کرنے سے اب لطف آنے لگا ہے۔ اللہ کے پاک نام میں ہر مرد و زن کا حصہ ہے۔ لیکن اس میں لذت بھی سیکھنے سے آتی ہے۔ اطمینان قلب کے باقی سب نسخے غلط ہیں۔ صرف اللہ کا بتلایا ہوا نسخہ ٹھیک ہے۔

مسلمان عام طور پر فرض عین سے غافل ہیں۔ سورۃ تحریم پارہ ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا" (اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ سے بچاؤ) یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے۔ کہ مسلمان جہاں اپنی نجات کی فکر کرتا ہے۔ وہاں اپنے بیوی بچوں کی بھی فکر کرے۔ میرے پاس بعض مستورات بھی اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آتی ہیں۔ وہ بچوں کو ساتھ نہیں لاتیں کیونکہ اس سے ان کے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور ذکر میں خلل پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو اولاد سے ذکر اللہ پیارا ہے۔ مستورات کو بھی دین سکھانے کی ضرورت ہے۔ یا تو جو کچھ

میں جمعہ ، درس اور ذکر کے بعد عرض کرتا ہوں ان کے گھر جا کر سنا دیا کریں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو ان کو جمعہ اور درس میں بھجوائیے۔

"گوش گذشتہ اثرے دارد"۔

یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو دین سکھائیں۔ میں نہیں کہتا کہ ضرور جمعہ اور درس میں لائیے۔ میری بیوی نہیں آتی۔ لیکن میں نے اس کو سارا قرآن پڑھایا ہے۔ پہلے ایک دوست کا مکان کرایہ پر لیا۔ وہاں لے جا کر ان کو پڑھایا کرتا تھا۔ پھر جب ان کو خود ضرورت ہوئی تو حبیب گنج کی مسجد کے حجرہ میں لے جا کر پڑھایا۔ کیونکہ گھر میں لوگ کام نہیں کرنے دیتے۔ بیوی اگر بیمار ہو تو اس کو حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں یا حکیم یا ڈاکٹر کو اس کے پاس لے جاتے ہیں۔ اگر آپ یہ نہ کریں اور نہ وہ کریں تو یہی کہا جائے گا کہ آپ ظالم ہیں۔ دین کے معاملہ میں بھی اسی عقل سے کام لیں۔ اور نہیں تو ہفت روزہ "خدام الدین" ہی لے جا کر سنا دیا کریں میرے رسالہ جات، "خلاصتہ المشکوۃ"، "خطبات" ان سب کا مقصد ہی خدا کو راضی کرنا ہے۔ وہ لے جا کر سنا دیا کریں قیامت کے

دن آپ یہ کہہ سکیں گے۔ کہ اے اللہ میں نے اس کو یہ نصاب تعلیم پڑھا دیا تھا۔ اب آپ ان سے پوچھ لیجئے کہ انہوں نے اس پر کہاں تک عمل کیا ہے۔

میرا تجربہ ہے کہ اگر عورت کو دین کی تعلیم دی جائے تو وہ اللہ اللہ کرنے میں مرد سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ مجھے مساجد بنانے کا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار مساجد مجھ سے بنوائی ہیں۔ ان میں سے دو میں صرف عورتوں کا ہی پیسہ لگا ہے۔ مردوں کا ایک پیسہ نہیں لگا۔ ان میں کنوئیں اور حجرے بھی ہیں۔ دو میں مردوں اور عورتوں کا برابر حصہ ہے۔ اس مسجد میں جس میں ہم بیٹھے ہیں۔ اوپر کا حصہ ایک عورت کے پیسہ سے بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو خدا کے بتلائے ہوئے نسخے سے اطمینان قلب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین یا الہ العالمین)

۶ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ بمطابق ۲۵ اگست ۱۹۵۵ء

دشمن دین بیوی اور اولاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ (پارہ ۲۸) سورۃ تغابن رکوع نمبر ۲) ترجمہ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ پس ان سے بچتے رہو۔)

یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر بیوی اور اولاد دشمن ہو گی۔ بعض بیویاں اور اولاد دشمن ہوں گی۔ اس آیت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر ایک حدیث شریف عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ (رواہ بخاری)

دو نعمتیں ہیں جن میں اکثر انسان نقصان اٹھانے والے

ہیں ۔ (وہ دو نعمتیں) صحت اور فراغت ہیں ۔ لوگ ان دونوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہے۔ مگر وہ صحت کی حالت میں خدا کو یاد نہیں کرتے ۔ جب بیمار ہو گئے تو پھر کیا یاد الٰہی کریں گے ؟۔ فراغت ہے مگر اس سے فائدہ اٹھا کر یاد الٰہی نہیں کرتے۔ مصروفیت ہو گئی تو دل چاہے گا بھی تو ذکر الٰہی نہ کر سکیں گے۔ مثلاً" گھر میں کوئی بچہ یا بیوی بیمار ہو گئی۔ اب دن کو دفتر اور رات کو بیمار کی تیما داری میں بسر ہونے لگے ۔ یاد الٰہی کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ جب گھر میں سب تندرست تھے اس وقت خدا کو یاد نہ کیا۔ اب ذرا شوق پیدا ہوا تو کر نہیں سکتے ۔ فرصت ہی نہیں ملتی۔ درس میں شمولیت کے لئے وقت نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی خبردار نہیں کیا۔ اگر بارش ہو تو بیوی نماز کے لئے مسجد میں جانے سے روکتی ہے۔ اگر میاں نہ مانے تو پھر کہتی ہے کہ دیکھنا باہر پھسلن ہو گی سنبھل کر جائیے گا۔

بیوی اور اولاد دونوں مَزَلَّةُ الاَقدام ہیں ۔ بہت سے مرد ان سے تعلقات کی بناء پر پھسل جاتے ہیں۔ اکثر اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ۔اور اللہ کے ارشاد کے مطابق اس سے

بچتے نہیں۔ ان کو بیویاں اور اولاد لے ڈوبی ہیں۔ مثلاً" بیوی چاہتی ہے کہ لڑکی مڈل سے میٹرک میں داخل ہو جائے اور پھر ایف اے اور بی اے ہو جائے۔ تاکہ کوئی اچھا رشتہ مل جائے۔ وہ خاوند کو کسی نہ کسی طرح رضامند کر لیتی ہے۔ یہ فکر نہیں کہ اس کا ایمان بھی بچ جائے۔یہی حال لڑکوں کا ہے عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ وہ بھی بی اے ہو جائیں۔ ان کے ایمان کو بچانے کی فکر نہیں کرتیں۔ خود لڑکے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمام اخراجات والد سے وصول کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسکولوں اور کالجوں میں دین سکھلایا جاتا ہے۔ پورا دین نہ سہی کیا کلمہ ہی پڑھایا جاتا ہے۔ بیوی مشیر ہوتی ہے مگر اولاد کی محبت کے باعث دونوں گمراہ ہو جاتے ہیں۔ عربی کا ایک مقولہ ہے

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ

(لوگ اپنے بادشاہوں کے راستے پر چلتے ہیں)

موجودہ نواب بہاول پور کے دادا اور پردادا ڈاڑھی رکھتے تھے تو ان کے وزراء کی بھی ڈاڑھیاں تھیں۔ مولوی رحیم بخش مرحوم وزیر تھے مگر ان کی ڈاڑھی تھی۔ اب نواب کے ڈاڑھی

نہیں تو اب سب نے ڈاڑھیاں منڈوا دیں۔ عوام حکمران طبقہ کے طور و اطوار کو اختیار کرتے ہیں۔ جدھر حکمران طبقہ کا رخ ہوتا ہے۔ اُدھر ہی قوم کا رخ ہوتا ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے جدھر انگریز جا رہا تھا ہمارا نوجوان بھی اُدھر ہی جا رہا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی نوجوان کا رخ اسی طرف ہے۔ وہ کوٹ پتلون پہنتا تھا' یہ بھی کوٹ پتلون پہنتے ہیں۔ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتا تھا۔ یہ بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ اس نے ڈاڑھی منڈوانی شروع کی تو یہ بھی منڈوانے لگے۔ کرزن نے مونچھیں صاف کر دیں۔ تو انہوں نے بھی منڈوا دیں۔ انگریز نے فیشن ایبل بال بنوائے تو ہمارے نوجوان نے بھی اس کی تقلید کی۔ اسلام یک رنگ چاہتا ہے۔ دو رنگی کو پسند نہیں کرتا۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سرا سر موم ہو یا سنگ ہو جا

اسلام کہتا ہے کہ سر کے بال برابر ہوں۔ یعنی سارے رکھو یا سارے منڈاؤ یا کترا‌ؤ۔ یہ نہیں کہ آگے بڑے اور پیچھے چھوٹے کروائے۔ گویا ہمارے نوجوان کو اتباع تو کرنا چاہیئے تھا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مگر وہ انگریز کا اتباع کر رہے ہیں۔

لفظ ازواج جمع ہے زوج کی اور یہ لفظ عام ہے۔ اگر مستورات مخاطب ہوں تو کہا جائے کہ تمہارے خاوند تمہارے دشمن ہیں۔ قیامت کے دن بے دین اولاد والدین پر لعنت کی دعا کرے گی۔ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا (پارہ نمبر۲۲ سورہ الاحزاب رکوع نمبر۸) (اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے ہمیں (سیدھے) راستہ سے بہکا دیا۔ اے رب ہمارے ان کو دگنا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت ڈال۔)

وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے۔ کہ اے اللہ ہمارے ابا اور اماں پر بڑی لعنت بھیجو۔ انہوں نے ہمیں اسکول اور کالج کا دروازہ تو دکھلایا مگر مسجد کا دروازہ نہ دکھلایا۔ اولاد کو محض مغربی تعلیم دلانے کا یہ نتیجہ ہو گا۔ چونکہ مزلتہ الاقدام ہے۔ اس لئے اللہ نے اس سے پہلے متنبہ فرما دیا۔ مغربی تعلیم کے

باعث علماء کے گھروں میں نماز کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ میں اس تعلیم کا مخالف نہیں ہوں بلکہ اس طریق تعلیم کا مخالف ہوں۔ اور اس تعلیم کے زہریلے اثرات سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں، دونوں کو قرآن کی تعلیم دیجائے۔ اگر آپ استاد رکھ کر ان کو قرآن کی تعلیم نہیں دلا سکتے۔ تو ان کو چھٹیوں میں درس ہی میں لائیے۔ جمعہ میں بارہ ماہ برابر لائیے۔ لڑکوں کو جمعرات کے دن ذکر میں لائیے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں ایمان نہیں سکھلایا جاتا۔ اب تو ان کو مغربی تعلیم دلا کر آپ خوش ہوتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن آپ روئیں گے۔ میں چونکہ اس تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ اس لئے (۲۵) سال سے میں انجمن حمایت اسلام کی بہت سی کمیٹیوں کا ممبر ہوں۔ میں کالج کمیٹی کا بھی رکن ہوں۔ میں اتنی ترمیم چاہتا ہوں کہ اس تعلیم کے ساتھ دین کی بھی تعلیم ہونی چاہیئے۔

انگریز کے زمانہ میں ہمیں شطرنج سیاست پر کھیلنے کے لئے ہندو اور سکھ کے مقابلہ میں ایم اے، پی ایچ ڈی، بیرسٹر، ڈاکٹر اور انجینئر وغیرہ کی ضرورت تھی۔ اب وہ بے ایمان نہیں

ہے تو بھی ہم کو ان کی جگہ پر کرنے کے لئے ان ماہرین کی ضرورت پڑے گی۔ میری شکایت ان احباب کے متعلق ہے۔ جو اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے دینداروں کے گھروں میں بے دینی عام ہو رہی ہے۔ اس سے ما قبل تو اولاد کو قرآن کی تعلیم سے ناآشنا رکھنے کا جو نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔ وہ میں نے عرض کیا' اب دنیا میں جو اس کا نتیجہ نکلتا ہے وہ بھی گوش ہوش سے سنئے۔

میرے ایک دوست تھے۔ وہ تاجر پیشہ تھے اور ان کی تجارت لندن سے ہوتی تھی۔ وہ درس باقاعدہ سنتے تھے۔ اس لئے ان کے خیالات صاف ہو گئے' بیوی اور بچوں کو نہ لائے اس لئے وہ قرآن سے ناآشنا رہے۔ آخری عمر میں وہ فالج میں مبتلا ہو گئے۔ میں ان کی بیمار پرسی کے لئے گیا تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ میری بیوی کہتی ہے کہ تو وہابی ہے۔ اس لئے تجھ کو دوسری منزل میں کھانا نہیں بھیجوں گی۔ نیچے آکر کھاؤ۔ لڑکے بھی نہیں پرواہ کرتے۔ ہر کام کے لئے وقت سے پہلے تیاری کی جاتی ہے۔ اگر اس وقت بیوی بچوں کو دین نہ سکھلایا۔ تو جب دین اور بے دینی میں ٹکر ہو گی۔ تو وہ دین کی

حمایت نہ کریں گے بلکہ بے دینی کو پسند کریں گے۔

دوسری لائن رسم و رواج کی ہے۔ اس میں بھی بیویاں ہی گمراہ کر دیتی ہیں۔ اور آپ درس قرآن' جمعہ کے خطبات اور مجلس ذکر میں تشریف لاتے ہیں۔ تو اللہ نے آپ کو دین کی سمجھ عطا فرمادی۔ وہ نہیں آتیں ان کو یہ سمجھ نہیں ہے۔ اس لئے وہ وقت پر آپ کو دھوکہ دیں گی۔ اور وہ کافرانہ رسم و رواج اپنی شادی اور غمی میں پوری کر دکھائیں گی۔ یہ ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ لیکن اس کا ذمہ دار خاوند ہے۔

شیطان نے حوا علیہا السلام سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو بیٹا دے تو اس کا نام عبدالحارث رکھنا۔ حارث شیطان کا نام ہے۔ چنانچہ حوا نے بیٹے کا یہی نام رکھ دیا۔ بیوی نے یہ جرم کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی ان کے ساتھ ہی مجرم ٹھہرایا۔ بیوی اگر دین کے معاملہ میں بہکانا چاہے تو اس سے دو ٹوک فیصلہ کیجئے۔ اور کہئے کہ مانتی ہے تو مانو ورنہ ابھی طلاق دیتا ہوں۔ انشاء اللہ وہ ایک ہی دھمکی سے سیدھی ہو جائے گی۔ اس سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں نے تو اللہ

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی رکھنا ہے۔ وہ اگر ناراض ہو گئے تو میرا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ تو اگر نہ رہے گی تو نہ سہی تیری جیسی اور کئی مل جائیں گی۔ خدا کے فضل سے میری دکان چل رہی ہے۔ یا معقول تنخواہ مل رہی ہے رشتے اور بہت۔ اسی لئے مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے یہ آپ کی کمزوری ہے۔ کہ آپ یہ کہہ کر بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں کہ مستورات نہیں مانتیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استطاعت عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین یا الہٗ العالمین)

۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ بمطابق یکم ستمبر ۱۹۵۵ء

مکان نہیں مکین واجب العزت ہے

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم اَمَّا بَعد

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہرگز ہرگز اپنے آپ کو آپ میں سے کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں۔ یہ میرا حال ہے اور یہ نعمت مجھے اللہ کے فضل اور اپنے بزرگوں کی برکت سے نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے ان بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

میرے بزرگوں نے مجھے اجازت دے رکھی ہے۔ کہ میں دوسروں کو اللہ کا نام لینا سکھاؤں۔ میں کسی کو نہیں بلاتا جو پوچھتا ہے اسے بتلا دیتا ہوں۔ میں اپنے شیخ کی طرف سے وکالتاً" اللہ کا نام بتلاتا ہوں یہ میری ذمہ داری ہے۔ کہ جن احباب کا مجھ سے تعلق ہے ان کی رہنمائی کروں۔ تاکہ ہم سب اللہ کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار

میں پہنچنے کے لئے دروازہ محمدی سے گزرنے کی ضرورت ہے۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
(سورہ آل عمران رکوع ۴)

ترجمہ: ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو گے تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ بہت سے دوسرے احباب بھی آ بیٹھتے ہیں۔ چشم ما روشن دل ماشاد۔ اصل میں میری ذمہ داری اُنہی احباب کے متعلق ہے جن کا مجھ سے اللہ اللہ کرنے کا تعلق ہے۔ میرے احباب تشریف لے آتے ہیں تو میں ان کی خدمت میں کچھ عرض کر دیتا ہوں تاکہ میں قیامت کے دن بری الذمہ ہو جاؤں۔

میرا جمعہ کا خطبہ پہلے روزنامہ "نوائے پاکستان" لاہور میں چھپتا تھا۔ اب ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور میں چھپتا ہے۔ بعدازاں یہ کتابی صورت میں بھی چھپتا ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ یہ نعمت غالباً مغربی پاکستان میں میرے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ انگریز مجھے دلی سے لایا تھا۔ میں اس زمانے میں صوف کی عربی عبا پہنا کرتا تھا۔ اوپر میرے عربی عبا

تھی اور اندر ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ مجھے دلی سے گرفتار کر کے پہلے شملہ کے حوالات میں رکھا گیا۔ پھر مجھے لاہور لائے تو خان بہادر عبدالعزیز سی آئی ڈی والوں کے حکم سے نولکھا کی حوالات میں رکھا گیا۔ اس طرح کی بے سروسامانی کے باوجود میں اللہ سے خوش ہوں کہ اس نے مجھے دین کی بہت خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں اہالیان لاہور سے بھی خوش ہوں کہ ان کو اللہ نے میری آواز پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر میں آج مر جاؤں تو میری طبع شدہ چیزیں اتنی ہیں کہ جن کی برکت سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بخشش فرما دیں گے۔

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے کہ مکان کا احترام نہیں ہوتا مکین کے لحاظ سے اس کی عزت ہوتی ہے۔

اسلام کے سوا سب مکان کی صفائی کرتے ہیں۔ اسلام مکین کی صفائی کرتا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر مکان صاف ہو اور اس میں اژدہا یا بازاری رنڈی ڈیرہ لگا لے تو کیا کسی کے نزدیک بھی اس مکان کی کوئی عزت ہو گی۔ ہر گز نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی

ﷺ پر کھجور کی چھڑیوں کی چھت تھی۔ اس کے باوجود اس کی کتنی عزت تھی۔ اگر مسجد خواہ کچی ہو۔ اس کے اندر کوئی اللہ کا بندہ ہے جس کی نظر کیمیا اثر ہے تو اس کی ایک نظر پڑ جانے سے بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اس کی جوتیوں میں بیٹھنا دنیا دار کے لئے باعث فخر ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ ترجمہ: (بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتے ہیں۔ بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں)

اس کو زیادہ واضح کرنے کے لئے سندھی کے چند اشعار کا مطلب عرض کئے دیتا ہوں۔ لڑکیاں ایک جگہ دن رات اکٹھی بیٹھتی تھیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ سُوت کاتِ سکیں۔ سوداگر سُوت خریدنے کے لئے آئے۔ جن کو ناز تھا کہ انہوں نے باریک کاتا ہے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جن کو ڈر تھا کہ ہمارا کاتا ہوا کوئی بھی پسند نہ کرے گا ان کا کاتا ہوا خرید لے گئے۔

جسم مکان ہے اور اس کے اندر روح مکین ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ روح کی تہذیب کرو۔ دنیا جسم کی تہذیب کرتی ہے۔ اگر بال بکھرے ہوئے نہ ہوں۔ بلکہ کنگھی پٹی کی ہوئی ہو، کپڑے صاف ہوں، بوٹ پالش شدہ ہو تو دنیا کی نظر میں ایسا شخص مہذب ہے۔ گویا ان کے نزدیک عزت کا معیار دولت ہے۔ بھنگی کے پاس دولت ہے تو وہ ان کی نظر میں معزز ۔ کیونکہ وہ فرسٹ یا سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر گاڑی میں سفر کرتا ہے۔ سید کے پاس اگر دولت نہیں تو وہ تھرڈ کلاس میں سفر کرے گا۔ وہ ان کی اصطلاح میں جنٹلمین نہیں ۔ اس مجلس ذکر کا بھی یہی مقصد ہے کہ ہم جسم کی بجائے روح کی تہذیب کریں۔

اللہ والوں کی صحبت میں جاہل بھی مکین کی صفائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کے خادم کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ آپ رحمہ اللہ کے لنگر خانہ میں کھجوروں کے درخت تھے۔ دار لحفاظ کے بچے کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے ان کی شکایت کی تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا۔ اللہ

ودایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تو میں ان کو سزا دوں۔ وہ جاہل مطلق تھا مگر صحبت میں رنگ چڑھا ہوا تھا بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا کہ حضرت، سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس طرح اس نے حضرت کی طبیعت کا رخ پھیر دیا۔ اور آپ خاموش ہو گئے۔

یہاں ایک معمولی کِلرک کو دیکھئے تو اس کا طرہ سَرسِکندر حیات جتنا ہوتا ہے دو مربع زمین کا مالک سمجھتا ہے کہ گاؤں کے سب لوگ میرے ماتحب ہیں۔ جس کی بہو بیٹی کو چاہوں بلا لوں۔ یہ فرعونیت اور رَعونت اس لئے ہے کہ مکین کی تہذیب نہیں کی اور مکان کی کرتے رہے۔ شیخ کامل، مکین یعنی روح کو تعلیم یافتہ اور مہذب بنا دیتا ہے تو اپنے عیوب نظر آنے لگتے ہیں۔ خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ کبر، حسد عجب جاہ طلبی اور زرطلبی وغیرہ روحانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ ساری دنیا چونکہ مکان کی صفائی کرتی ہے۔ اس لئے شیر، چیتے اور سانپ سے زیادہ درندگی پھیلی ہوئی ہے۔ دو ایٹم بموں سے ڈھائی لاکھ جاپانی اڑا دیئے یہ درندگی نہیں تو اور کیا ہے۔ اسلام سکھلاتا ہے کہ ان سے لڑو۔ جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور لڑائی

میں زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔

دیکھا آپ نے دشمنی میں بھی حد بندی کر دی گئی۔ اسلام ستیہ گرہ نہیں سکھلاتا۔ اگر کوئی لڑنے کے لئے آئے تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ بیٹھ کر مار کھاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرا برابر بھی کبر ہو گا۔ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ کرام میں عرض کی۔ یا رسول اللہ ہر شخص کا دل چاہتا ہے۔ کہ میرے کپڑے اچھے ہوں آپ نے فرمایا یہ کبر نہیں ہے۔ کبر ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (ترجمہ) (حق بات کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا) یعنی جس کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھے۔ اس کو ذلیل سمجھنے والا متکبر ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ انسان جسم کا نام نہیں بلکہ روح کا نام ہے۔ مرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اندر جو کچھ تھا وہ انسان تھا۔ اسلام اس انسان کو مہذب بنانا چاہتا ہے۔ روزانہ ہمارے سامنے کئی جنازے نکلتے ہیں۔ لیکن ہم پھر بھی نہیں سمجھتے کہ مکان کی صفائی ضروری نہیں مکین صاف ہونا چاہئے۔ یعنی

جسم غبار آلودہ اور کپڑے پھٹے پرانے ہوں تو کوئی پرواہ نہیں مگر روح مُہذب ہونی چاہیئے۔ انسان کی اس غفلت شِعاری کی شکایت اللہ تعالیٰ سورۃ یوسف کے آخر میں فرماتے ہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (ترجمہ) آسمانوں اور زمین میں کئی نشانیاں ہیں۔ جن پر یہ گزر جاتے ہیں اور ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔

یہ چیزیں جو میں نے عرض کی ہیں۔ ان کا رنگ تب چڑھتا ہے اگر شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو۔ ہر شخص اپنے محبوب کی عزت کرتا ہے اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ (تمھیں خواہ کسی چیز کی محبت ہو۔ اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔)

میں جب کبھی حضرت مولینا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں جاتا تو ہم دونوں باہر چلے جاتے۔ اور گھنٹوں اپنے شیخ حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کی باتیں کرتے رہتے۔ محبت کی بنا پر رنگ چڑھتا ہے۔ پھر حالت یہ ہو جاتی ہے جو سندھی کے ایک شعر میں کسی نے بیان کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

جب انسان مرجاتا تو پھر نہ سانپ نہ بھڑ کے کاٹے کا اثر ہوتا ہے۔ یعنی اگر انسان کی ہستی فنا ہو جائے تو پھر کوئی برا بھلا بھی کہے تو یہ اس سے نہیں لڑتا۔ بلکہ سوچتا ہے کہ آخر کچھ کیا ہو گا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے منہ سے یہ الفاظ کہلوا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذمہ داری نبھانے اور اس کے بعد مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۲۰ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ بمطابق ۸ ستمبر ۱۹۵۵

بزرگان سلف کا ادب

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اَمَّا بَعدُ

بعض دنیا دار خاندانوں میں کچھ رسمیں باپ دادا سے چلی آ رہی ہیں۔ حالانکہ وہ سرا سر غلط ہیں۔ اگر کوئی ان سے یہ رسمیں چھوڑوانا چاہے تو نہیں چھوڑتے۔ بلکہ نہ کرنے والوں پر اُلٹا طعن کرتے ہیں گویا ان پر بضد مصر ہیں۔ مثلاً" شادی کے موقعہ پر باجا بجانا' دولہا کا سُسرال کے گھر گھوڑی پر چڑھ کر جانا' سہرا باندھنا اور مہندی لگانا وغیرہ وغیرہ۔ بعینہ اسی طرح بعض دیندار خاندانوں میں بھی ایسی رسمیں چلی آ رہی ہیں جو خلاف شرع ہیں۔

یہ اللہ کا احسان ہے کہ اصلی اور کھرا اسلام موجود ہے۔ یہ نہ آج تک ختم ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ پنجاب میں نئے نئے مُصلح پیدا ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام ختم ہو گیا تھا۔ اور ہم نے اس کو زندہ کیا۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ان کو ہدایت عطا فرمائے (آمین)۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا اعلان موجود ہے کہ ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اگر قرآن ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تو اسلام بھی ہمیشہ رہے گا۔

بزرگان سلف کا یہ ادب نہیں کہ ان کے مزارات پر پھولوں کی چادر لے جاکر ڈال دی جائے۔ یا طبلہ بجانے والوں کو بلا کر قوالی کرا دی جائے۔ یا بھنڈارا پکا کر کھالیا جائے۔ جو ان خود ساختہ رسموں کی مخالفت کرے اس کو بے ادب ٹھہراتے ہیں۔ آج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ ترمذی شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ وَمَنْ اَحْیَانِیْ فَکَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ ترجمہ جس نے میری سنت (طریقہ) کو زندہ کیا پس تحقیق اس نے مجھے زندہ کیا۔ وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ آپ کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے قرآن کے مطالعہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے اِنْ

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (ترجمہ) میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اس چیز (قرآن) کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے)۔ گویا کہ کتاب اللہ کا اتباع ہی سنت ہے۔ دیکھا آپ نے کتاب و سنت میں کس طرح چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الصالحین ہیں۔ آپ کے بعد نمبر دوئم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ نمبر ۳ تابعین ۔ نمبر ۴ تبع تابعین۔ نمبر ۵ تمام صالحین اِلیٰ یومنا ہذا۔ بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چلتی ہے۔ (ہم سب انبیاء کو مانتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ان انبیاء میں ہم تفریق نہیں کرتے)۔ یعنی یہ نہیں کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں ۔ مگر ہمارے امام رحمتہ للعالمین ہی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح معنوں میں صحابہ کرام ہی ادب کرتے تھے۔ اس کے بعد تابعین پھر تبع تابعین، مفسرین، محدثین وغیرھم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کر کے دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین) معلوم ہوا کہ عمل بالقرآن ہی سنت ہے۔ اگر قرآن زندہ ہے تو سنت بھی زندہ ہے ۔ اس لئے ہم آج سینکڑوں

سال بعد عمل بالقرآن کو زندہ کرنے والوں کے لئے دعائے رحمت کر رہے ہیں۔ اس میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، اولیاء کرام اور علماء سب آتے ہیں۔ اگر ہم اس سنت کو نظر انداز کر دیں اور اپنا نیا طریقہ ایجاد کر لیں تو سر تاپا غلط ہو گا۔ یہ ان کا ادب نہیں۔ ان کا ادب یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو زندہ رکھا جائے۔ اگر ہم کوئی نیا طریقہ ایجاد کریں گے تو سنت مٹ جائے گی۔ اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ

(کسی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی مگر اس کے برابر سنت اٹھالی جاتی ہے۔ میں اپنے گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں جو روزنامہ "نوائے پاکستان" لاہور اور ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور (مورخہ ۹۔ستمبر ۱۹۵۵ء) میں چھپ چکا ہے۔ چیلنج دے چکا ہوں

کہ میں فقہ میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ اور طریقت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا متبع ہوں۔ گویا کہ میں حنفی بھی ہوں۔ اور قادری بھی ہوں۔ اگر ہمارے بھائی

غلط رسموں کو امام اعظم رحمہ اللہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے ثابت کر دیں تو میں ان رسموں کی مخالفت چھوڑ دوں گا۔)

اس مضمون کو زیادہ واضح کرنے کے لئے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نماز کے بعد سنت طریقہ یہ ہے کہ استغفار آیۃ الکرسی (۳۳) دفعہ سبحان اللہ (۳۳) دفعہ الحمد للہ۔ (۳۳) دفعہ اللہ اکبر اور ایک دفعہ لا الہ الا اللّٰہ یا (۳۴) دفعہ اللہ اکبر پڑھا جائے۔ اس کے مقابلہ میں لاہور میں کیا ہوتا ہے وہ بھی سنئے۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ سَلَّمَ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ درود شریف کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ لیکن ہر چیز اپنے اصلی مقام پر ہی صحیح ہوتی ہے۔ درود پڑھنے کے بھی اوقات اور مواقع ہیں۔ اگر نماز میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی بجائے درود شریف پڑھا جائے تو نماز نہ ہو گی۔ شریعت کے مالک آسمان پر اللہ تعالیٰ اور زمین پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انہوں نے جس جگہ جو کچھ

پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں ردوبدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب میں ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا اس صورت میں منع ہے کہ اس سے نمازی کی نماز یا ذاکر کے ذکر میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ بعض اوقات کسی ایسی مسجد میں نماز مغرب پڑھنے کا موقعہ ہوا۔ جس میں بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہو۔ اور اگر ایک یا دو رکعت باقی ہوں تو میں خود کئی کئی دفعہ سورہ فاتحہ پڑھنا میں بھول جاتا ہوں۔ یہ نہ حنفی ہیں نہ قادری اور یہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ صحابہ کرام کے تابع ہیں۔ اگر روکا جائے تو کہتے ہیں کہ ان کو درود شریف پڑھنے سے گولی لگتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ایک دفعہ درود شریف سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں - دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ اور دس دفعہ خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ہم کو سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)!

اس کے بعد اگر کوئی مسئلہ نہ قرآن میں نہ احادیث میں

ملے تو بجائے اس کے کہ ہم اپنی رائے پر عمل کریں۔ بہتر ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کی رائے پر عمل کرلیں۔ بے شمار مسائل ایسے ہیں جو بعد میں پیدا ہوئے اور ان کا قرآن اور احادیث میں ذکر نہیں ہے۔

کیا خواجہ علی ہجویری رحمہ اللہ یہ سکھلا گئے ہیں کہ میری قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا۔ گلہ میں پیسے ڈالنا یہ ان کا ادب نہیں بلکہ ان کا ادب یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو زندہ کیا جائے ۔ میں ان کو بہت بڑے اولیاء کرام میں سے سمجھتا ہوں۔ اور کبھی کبھی فاتحہ خوانی کے لئے ان کے مزار پر بھی حاضر ہوتا ہوں۔ ہم جمعرات کو ذکر جہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے حضرت پیران پیر کی روح کو پہنچاتے ہیں۔ یہ ذکر جہر کا طریقہ انہی کا بتلایا ہوا ہے۔

حضور کا ارشاد ہے مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرَ اللّٰہَ (ترجمہ: جس نے انسان (محسن) کا شکر ادا نہ کیا وہ اللہ کا شکر ادا نہ کرے گا۔) جس طرح دنیا داروں میں بھی غلط رسمیں چل نکلتیں ہیں۔ اسی طرح دینداروں میں بھی غلط

رسمیں رائج ہو جاتی ہیں۔ مزارات پر پھولوں کی چادریں چڑھانے والوں سے اگر آپ کہیں کہ اس کی بجائے اگر کسی غریب، مسکین بیوہ یا یتیم کو دو روپے دے دیں تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ اور اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو پہنچا دیں تو وہ ہرگز نہ مانیں گے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی نام و نمود نہیں ہے۔ ہر نیکی کا کام کر کے اگر میت کی روح کو ثواب پہنچایا جائے تو جائز ہے۔ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے مگر اس کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) نیت میں اخلاص ہو۔ یعنی صرف اللہ کی رضا مقصود ہو۔ غیر اللہ کی رضا کا شائبہ بھی نہ ہو۔ (۲) مال حلال کا ہو۔ اگر حرام کا مال ہو گا تو میت کو ایک دانہ کا بھی ثواب نہ پہنچے گا۔ (۳) مستحقین کو کھلایا جائے۔

نماز نفلی، روزہ نفلی، حج نفلی اور صدقات و خیرات کا ثواب پہنچتا ہے۔ عام طور پر نہ نیت میں اخلاص ہوتا ہے۔ نہ مال حلال کا ہوتا ہے۔ اور نہ مستحقین کو کھلایا جاتا ہے۔ برادری یا بڑے بڑے لوگوں کو بلا کر کھلایا جاتا ہے تاکہ واہ واہ ہو جائے ۔ کہ باپ کو اچھی طرح سنبھالا مستحقین کو کھلانے

سے جو فائدہ ہے' وہ سنیئے۔ ایک بزرگ تھے ان کی کسی دیندار سے دوستی تھی۔ وہ اکثر ان کو ملنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔

ایک دفعہ کافی عرصہ کے بعد تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ واپس آ کر ان کے ورثا سے فرمایا۔ کہ دیگیں چڑھا دیجئے اور جو آئے کھلاتے جائیے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دوبارہ قبر پر گئے تو وہ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ کسی اللہ کے بندے کے پیٹ میں لقمہ چلا گیا۔ اس کے منہ سے دعا نکلی جو بارہ گاہ الٰہی میں مقبول ہو گئی۔

میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں۔ اس میں سبق ہوتا ہے اس کو یاد رکھا کریں۔ اس پر عمل کرنے کی کوشش کیا کیجئے' اور اس کو دوسروں تک بھی پہنچا دیا کریں ۔ صحابہ کرام ان پڑھ تھے مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا اس کو دل پر لکھ لیا۔ خود اس پر عمل کیا اور دوسروں کو پہنچا دیا۔ اسی کی برکت سے اللہ

تعالیٰ نے آسمان سے ان کی تعریف نازل فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے ان کو جنت الفردوس کی خوش خبریاں دی گئیں۔ بزرگوں کا ادب یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو زندہ کیا جائے۔

یہ تو بزرگان سلف کے ادب کے متعلق میں نے عرض کیا۔ ارادہ تو یہ تھا کہ زندہ بزرگوں کے متعلق بھی عرض کروں گا مگر وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے اگر اللہ کو منظور ہوا تو پھر کبھی زندہ بزرگوں کے ادب کے متعلق بھی عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۵۵ء

اللہ کے مقبول بندوں کی صفات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنے مقبول بندوں کی صفات خود بیان فرمائی ہیں۔ سورۃ المومنون رکوع نمبر۱ پارہ نمبر۱۸ میں فرماتے ہیں۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ الخ سورہ الفرقان رکوع نمبر۶ پارہ نمبر۱۹ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا" اللہ تعالیٰ ہمیں ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی شکل و صورت تو یہی ہوتی ہے مگر اندر کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری شکل و صورت میں کوئی فرق نہ تھا۔ مگر اندرونی استعداد کے لحاظ سے اگر لاکھوں فرعون بھی ذبح کر دیئے جائیں تو وہ سب موسیٰ علیہ السلام کے جوتے کے تلوے

کے ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

مندرجہ بالا ارشادات باری تعالیٰ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی ان صفات کا ذکر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک سرٹیفکیٹ دے رکھا ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ سب وحی الٰہی ہوتا ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بھی ہمارے لئے اسی طرح واجب الاتباع ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ارشادت آج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں مقبولین بارگاہ الٰہی کی صفات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ارشاد نبوی درج ذیل ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (خدا تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے)۔ پھر فرمایا جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے۔ جس سے اس کی شناخت کی جا سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کے بعد آپ ﷺ نے اس نور کی تین علامات بیان فرمائیں۔ وہ تین علامات یہ ہیں۔

() اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ

ترجمہ: غرور کے گھر (دنیا) سے دور ہونا)۔

اس نور کی برکت سے دنیا سے انسان کی طبیعت ہٹتی جاتی ہے۔ پھر اس کی دل بستگی دنیا سے نہیں رہتی۔ بلکہ اس سے انسان دور رہتا ہے۔ سفر میں اگر کسی کو آرام میسر نہ آئے اور اس کو تکلیف ہو' تو اس کا دل چاہتا ہے کہ جلدی گھر لوٹ کر جاؤں۔ تاکہ تکلیف سے نجات پائے اور ہر ممکن آرام مل سکے۔ بعینہ یہی حالت اللہ کے مقبول بندوں کی ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلدی دنیا کی زندگی ختم ہو تاکہ محبوب حقیقی سے وصال نصیب ہو۔ دنیا کو دار الغرور اس لئے فرما رہے ہیں یہاں کی ہر چیز بے وفا ہے۔

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں میں

بیوی، بچے، دنیوی سازو سامان یہ سب کھلونے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی سب کچھ عطا فرمایا اور پھر چاہتے ہیں کہ ان میں دل بستگی نہ ہو۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

یہ سب کھلونے آخرت سے دور ہٹانے کے لئے ہیں۔ سورہ آل عمران رکوع نمبر۲ پارہ نمبر۳ میں ان کھلونوں کا ذکر آتا ہے فرماتے ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ترجمہ: (لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے، اور مویشی اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے)۔ ان چیزوں کی محبت بھی اللہ نے خود ڈال دی اور پھر فرماتے ہیں خبردار ان

میں دل بستگی نہ ہو۔ یہ دھوکہ دینے والی چیزیں ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو پھر انسان کا امتحان ہی نہیں ان چیزوں کی محبت کی وجہ سے اکثر انسان امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ ان چیزوں سے اکثر دل ان کی صحبت میں ہٹتا ہے۔ جن کے اپنے دل ان سے ہٹے ہوئے ہوں اس قسم کے اللہ والوں کی نسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک چلی آ رہی ہے۔

کسی بزرگ کا ایک قصہ مشہور ہے جو کہ درست ہونے کے علاوہ عبرتناک ضرور ہے۔ ان کے پاس ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی۔ اور عرض کی کہ حضرت! یہ گڑ بہت کھاتا ہے۔ اس کو نصیحت فرمائیے کہ گڑ کھانا چھوڑ دے۔ اس بزرگ نے کل آنے کے لئے فرما دیا۔ اگلے دن جب وہ اس کو لے کر آئی تو آپ نے فرمایا بیٹا گڑ کھانا چھوڑ دو۔ اس عورت کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگی کہ اتنی سی بات کل ہی کہہ دیتے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ کل تک مجھے خود گڑ کھانے کی عادت تھی۔ اب سے گڑ چھوڑنے کو کہتا تو اثر نہ ہوتا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

میرے دادا پیر رحمہ اللہ کے پاس کچھ عورتیں بیعت کے لئے حاضر ہوئیں۔(عورتوں کی بیعت قرآن سے ثابت ہے ملاحظہ ہو۔ پارہ نمبر ۲۸ سورۃ الممتحنہ کی آخری اور پہلی آیت)۔ ان میں ایک لڑکی بھی تھی جو بلاوجہ ہَنس رہی تھی۔ حضرت دادا پیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹی اتنا ہنسو جتنا رو بھی سکو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کی حالت بدل گئی اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ اور کہتے ہیں کہ پھر وہ ساری عمر روتی رہی۔

ایک دفعہ میں چکوال جا رہا تھا۔ کچھ فوجی میرے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک مِراثی بھی تھا۔ ان کی فرمائش پر اس نے ایک غزل سنائی جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

عاشقاں راسہ علامت اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

حضرت دین پوری رحمتہ اللہ علیہ کی بعینہٖ یہی حالت تھی۔ بات بات پر آہ سرد بھرنا اور رونا عام تھا۔ یہ اللہ کے نام کی برکت ہے۔ اس سے دل موم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے حضرات کی باتوں میں اثر بھی ہوتا ہے۔

(۲) وَالْاِنَابَتہ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ

ترجمہ: اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا۔

اس نور کی دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا سے طبیعت ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہونے لگتی ہے۔ جانور کسی اور طرف جانا چاہتا ہے مگر مالک اس کو دوسری طرف کھینچتا ہے۔ اس طرح نفس انسان کو دنیا کی طرف کھینچتا ہے مگر اس نور کی برکت سے اس کا دل دنیا سے ہٹتا جاتا ہے۔

وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ترجمہ: (اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیار ہو جانا)۔

اس نور کی تیسری علامت یہ ہے کہ انسان ہر وقت پابرکاب رہتا ہے۔

جن کو یہ نور عطا نہیں ہوا۔ ان کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے۔ قُلْ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَاءُ لِلّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ (سورۃ الجمعہ رکوع نمبر ا پارہ ۲۸)

ترجمہ: فرما دیجئے اے لوگو! جو یہودی ہو اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو، سوائے دوسرے لوگوں کے، تو موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ اس کی کبھی بھی تمنا نہ کریں گے۔ بسبب ان (عملوں) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اصل میں یہ ارشاد باری تعالیٰ یہود کے متعلق ہے۔ مگر یہ اس پر بھی صادق آتا ہے جس کا دل دنیا میں پھنسا ہوا ہو۔ اور اس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔ اگر مقبول بار گاہ الٰہی ہو گا تو رنگ اور ہو گا۔=

ان باتوں کی تلقین کرنے والے تو کئی ہیں مگر اس قال کو حال بنانے والا کوئی ہے

طمع، منع اور جمع ان تینوں کی نفی کا نام فقر ہے ۔ اللہ والے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی سے طمع نہیں رکھتے ۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے کوئی چیز ان کے ہاں بھجوا دیں تو وہ انکار نہیں فرماتے ۔ بلکہ صحیح مصارف میں خرچ فرما دیتے ہیں ۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ جو اللہ والوں کے

دروازہ پر نہیں آ سکتے اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو ان کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ جیسے جنگلوں کے درختوں کو اگر کسی اور طرح پانی نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کو ان کے سروں پر لا کر برسا دیتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں میرے دادا پیر رحمہ اللہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ رات ایک جنگل میں بسر فرمانی پڑی۔ اس جگہ کے قریب ہی ایک جھونپڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس جھونپڑی کے رہنے والے بھینسوں کا دودھ بیچ کر گزر اوقات کرتے تھے۔ رات کو جب انہوں نے دودھ دوہیا۔ تو جس برتن میں دودھ رکھا تھا اس میں کتا منہ ڈال گیا۔ جب لڑکوں نے اپنی والدہ کو اس کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگی کہ یہ دودھ ان فقراء کو دے آؤ۔ حضرت رحمہ اللہ اور آپ کے خدام یہ سب باتیں سن رہے تھے جب دودھ آیا۔ تو کسی نے حضرت رحمہ اللہ سے عرض کی کہ حضرت! دودھ آگیا ہے فرمایا لے کر رکھ لو۔ جب دودھ اٹھا کر لانے والے واپس چلے گئے تو فرمایا کہ دودھ کو دریا میں گرا دو۔ یہ منع کی مثال ہے۔

حضرت امروٹی رحمہ اللہ کے ہاں ایک دفعہ ایک

زمیندار ۵۰۰ روپیہ نذرانہ لے کر آیا اور عرض کی کہ آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں یہ آپ کی امداد کے لئے لایا ہوں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ غصہ سے لال ہو گئے۔ اور فرمایا کہ مجھے اللہ کی مدد کافی ہے یہ اٹھا لے جاؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس نے بہت منت سماجت کی مگر آپ نے ایک نہ سنی اور ایک پیسہ بھی نہ رکھا۔ یہ ترک طمع کی مثال ہے۔

حضرت مولینا عبداللہ صاحب فاروقی مرحوم جو دہلی مسلم ہوٹل انار کلی کی مسجد میں خطیب تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب میں دیوبند میں تعلیم سے فارغ ہوا تو حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ سے ایک متمول خاتون نے درخواست کی کہ مجھے اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے مجھے بھجوا دیا۔ وہ خاتون میرے کام سے اتنی خوش ہوئی کہ اس نے مجھے کئی ہزار روپے دے کر کہا کہ جہاں تمہارا دل چاہے خرچ کرو۔ میں نے وہ روپیہ لا کر حضرت رحمہ اللہ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ تو فرمایا کہ مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ترک طمع کی دوسری مثال ہے

طور شاہ جو آج کل ملتان میں رہتے ہیں اور میرے حضرت کے خدام میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک جوتا تحفہ بھیجا، تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے وہ سر پر رکھ لیا۔ طور شاہ کا جوتا محبوب اور ایک عورت کا کئی ہزار روپیہ نا منظور۔

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قبر میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ بیوی بچے جائداد اور گھر کا سازو سامان جو بے حد محبوب تھا۔ کچھ بھی ساتھ نہیں آیا۔ تب معلوم ہو گا کہ یہ سب کچھ دھوکا ہی تھا۔ موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ اچانک ہی موت آ جائے۔ مثلاً" گھر سے کسب معاش کے لئے نکلیں حادثہ پیش آ جائے اور جنازہ ہی گھر آئے۔ اس لئے ہر وقت موت کے لئے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر والے سمجھتے ہیں کہ مریض رو بصحت ہو رہا ہے مگر یکایک حالت بگڑ جاتی ہے اور موت آ جاتی ہے۔ اگر موت کی تیاری کی ہو گی تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی ورنہ دوزخ کا گڑھا۔

اپنا خود امتحان لیا کیجئے۔ اگر یہ تینوں چیزیں پیدا ہو رہی ہیں تو اس کو اللہ کا فضل سمجھئے اس حالت میں کہا جائے گا کہ

روحانی حالت رو بہ صحت ہے۔ جب انسان کے اندر یہ ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے قول و فعل میں انقلاب آ جاتا ہے۔ دنیا سے ہم نے اذکار الٰہیہ کے موتی لے کر جانا ہے تا کہ مرنے کے بعد قبر اور حشر میں یہ کام آئیں۔

اللہ کے نام سے یہ تینوں چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے نام میں بھی تاثیر ہے۔ یہ سارا جہاں اسی کے نام کی تاثیر ہے۔ اس میں جو لذت ہے اس کے مقابلہ میں سب لذتیں ہیچ ہیں۔

عبادت کی قبولیت سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ شادی کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ عیش شہر و غم دَہر یعنی ایک ماہ کے عیش کے لئے ساری عمر کا غم مول لینا شادی ہے۔ گویا ہر راحت میں رنج ہے۔ راحت اور رنج دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ایک ذکر الٰہی ایسی چیز ہے جس میں رنج نہیں ہے جتنا زیادہ کرتے جائیے اتنی زیادہ راحت ہو گی اور رنج کم ہوتا جائے گا۔ اولاد نہیں تو غم۔ اولاد ہو تو غم ' ایک بیٹا تھا تو غم تھوڑا تھا۔ دو ہوئے تو غم زیادہ ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں اللہ کا نام جتنا بڑھتا جائے گا غم گھٹتا جائے گا۔ باقی چیزیں جتنی

بڑھیں گی اتنا ہی غم زیادہ ہوتا جائے گا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اسباب دنیا جتنے زیادہ گھر لائیں گے۔ اتنے ہی زیادہ غم ہوتے جائیں گے۔

کامل کی صحبت مدت مدید تک نصیب ہو۔ تو یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت دین پوری رحمہ اللہ کے ایک خادم تھے۔ جو ولہار سٹیشن سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ نواب بہاول پور کے رشتہ دار تھے۔ ان کے ایک ہمسایہ نے حضرت دین پوری رحمہ اللہ کے پاس آکر شکایت کی کہ آپ کے خادم نے میری کچھ زمین دبا لی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے ان کو بلایا۔ اس نے لکھ کر بھیجا کہ حضرت رحمہ اللہ زمین میری نہیں آپ کی ہے جتنی مانگتا ہے دے دیجئے۔ مجھے آنے کی ضرورت نہیں عام زمیندار چپہ چپہ زمین کے لئے لڑتے ہیں۔ یہ اللہ والوں کی صحبت کا اثر تھا کہ ایک زمیندار اپنی ساری زمین دینے کے لئے تیار ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ مدعی کا دعویٰ بھی جھوٹا تھا۔

حضرت امروٹی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے

ان کے لنگر کے لئے زمین دی۔ اس کے لئے وُرثاء نے حضرت کے پاس آکر اپنا حق جتا کر زمین واپس مانگی تو آپ رحمہ اللہ نے اندر سے دستاویز لا کر جلا دی اور فرمایا کہ جاؤ لے جاؤ میرا یہی دستاویز ہی قبضہ تھا جو میں نے جلا دی۔۔

میرے دو شجرے ہیں ایک علم کا' دوسرے اللہ اللہ کرنے کا اپنے حضرات کی پیروی کو میں اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں۔ اپنے مکان کے سلسلہ میں بھی میں نے انہیں کی پیروی کی۔ مولوی امام الدین صاحب مرحوم پرائمری سکول کے مدرس تھے۔ ان کے اکبری منڈی کے پاس تین مکان تھے۔ وہ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ میں آپ کو ایک مکان دیدوں۔ میں نے بہت اچھا کہا اور وہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر آئے کہ مجھے دوبارہ حکم ہوا ہے۔ کہ میں نے پھر بہت اچھا کہہ دیا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ کافی مدت کے بعد وہ پھر آئے کہ آج تو مجھے بہت ڈانٹا گیا ہے۔ کہ کیا تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے۔ چلئے چل کر پسند کر لیجئے۔ چنانچہ میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا۔ مولوی امام الدین صاحب نے اس کی رِجسٹری کروا دی۔ میں نے اس

مکان میں رہائش اختیار کرلی۔

میری عادت ہے کہ میں گھڑی دیکھ کر نماز کے لئے آتا ہوں۔ وہاں سے جب میں نماز کے لئے آؤں تو راستہ میں کبھی کوئی دوست مل جائیں کبھی کوئی۔ ان سے باتیں کرنے میں کبھی میری ایک اور کبھی دو رکعت قضا ہو جائیں۔ میں نے مولوی امام الدین صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے مجھے اشاعت دین کے لئے مکان دیا تھا۔ مگر میرے دین میں نقص پیدا ہو رہا ہے۔ آپ یا تو مجھے اس مکان کو بیچ کر لائن سبحان خاں میں دوسرا مکان بنانے کی اجازت دے دیں۔ اس سے آپ کے مکان کی صورت بدل جائے لیکن سیرت وہی رہے گی۔ یا پھر آپ مکان واپس لے لیں۔ جس خدا نے مجھے آج تک کرایہ دیا ہے وہ آئندہ بھی دے گا۔

مولوی امام الدین صاحب نے خوشی سے مجھے اجازت دے دی اور ان کے مکان کو بیچ کر میں نے اپنا موجودہ مکان بنا لیا۔ اولیاء کرام کی صحیح اتباع کی برکت سے ان کے کمالات کا عکس طالب کی طبیعت پر یقیناً پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مقبولین بارگاہ الٰہی کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

منعقدہ ۵ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ بمطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۵۵ء

اللہ کو سالم دل والا انسان چاہیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس دراصل ان احباب کے لئے ہے جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے۔ میرے دو مربی ہیں۔ میں دونوں کے در کا بھکیاری تھا۔ دونوں دروازوں سے میرے کاسہ گدائی میں ٹکڑا پڑتا رہتا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہے جو شخص بھی میرے پاس اللہ کا نام پوچھنے آتا اگر اس میں استطاعت ہوتی تھی تو میں اسے ان کے پاس ہی بھیج دیتا تھا۔ حضرت امروٹی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا وہیں اللہ کا نام بتلا دیا کرو۔ لیکن میں پھر بھی وہیں بھیج دیتا تھا جب میں نے چوہدری خدا بخش صاحب سکنہ لکھوڈہر کو بھیجا۔ تو حضرت امروٹی رحمہ اللہ نے ان کے ہاتھ مجھے خط لکھ بھیجا کہ میں نے ان کو یہ بتلایا ہے آگے تم بتلا دینا۔ میں نے وہ خط شیشہ میں جڑوا کر رکھا ہوا ہے۔ میرے بڑے لڑکے مولوی

حافظ حبیب اللہ نے جو آج کل مدینہ منورہ میں ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کو خط لکھا تو جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری تربیت کروں گا۔ ورنہ اپنے والد سے تربیت کرانا۔ میں نے وہ خط بھی شیشہ میں جڑوا کر رکھا ہوا ہے۔ میں ان کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں۔

ہم ہر چیز سالم مانگتے ہیں۔ بیوی ہو تو سالم ' نہ اندھی ' نہ گونگی ' نہ بہری نہ لنگڑی ۔ بیٹا ہو تو سالم ' حتیٰ کہ نوکر ہو تو بھی سالم۔ سالم کے معنٰی یہ ہیں کہ ہر عضو بھی صحیح سلامت ہو اور ہر عضو میں قوت و طاقت بھی ہو۔ بعض اوقات عضو سلامت ہوتے ہیں مگر ان میں طاقت نہیں ہوتی۔

حافظ عبدالرحمن صاحب مرحوم اس مسجد میں امام تھے۔ ان کی آنکھیں بالکل سلامت تھیں ۔ مگر ان میں نور نہ تھا۔ وہ متوکل علی اللہ تھے۔ کسی سے طمع نہ تھی ۔ خود اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ کر روٹی پکوا کر کھاتے تھے۔ نہ وہ کسی سے مانگتے تھے۔ اور نہ امامت کی تنخواہ لیتے تھے ۔ نہ وہ ختم درود کے قائل تھے ۔ اعلیٰ درجہ کے قاری اور حافظ قرآن تھے ۔ درس میں جب کبھی میں کسی آیت کے متعلق پوچھتا تو فوراً" بتلاتے

تھے۔ بعض لوگ جب ان کی امامت پر اعتراض کرتے تو' میں ان سے کہا کرتا تھا کہ ان خوبیوں والا مجھے بینا امام لا دیجئے تو میں رکھ لوں گا۔

آپ جس عقل سے دنیا میں کام لیتے ہیں۔ اسی عقل سے اللہ کے معاملہ میں بھی کام لیجئے۔ اگر ہم کو ہر چیز سالم چاہیئے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کو سالم بندے نہیں چاہئیں ؟۔ کیا اللہ تعالیٰ اِن بندوں کو پسند کرے گا۔ جن کے دل گندے ہوں۔ زبان اور آنکھیں گندی ہوں۔ بیٹا آوارہ گرد اور اس کے افعال درست نہ ہوں۔ تو ایسے بیٹے سے باپ محبت نہیں کرتا۔ باپ کو وہ بیٹا پسند ہے جس کے اعضا بھی سلامت ہوں اور اعمال بھی اچھے ہوں۔ انسان کی سلامتی کا منبع دل ہے۔ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ اگر دل سلامت ہے تو سب اعضاء سلامت ہوں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (ترجمہ) اس دن (یعنی قیامت کے دن) نہ مال اور نہ بیٹے نفع دیں گے۔ مگر (وہ شخص نفع پائے گا) جو سالم دل لائے گا۔

قلب سلیم وہ ہے جس میں اللہ کے سوا کوئی نہ سمائے۔

خوف ہو تو اللہ تعالے کا' محبت ہو تو اللہ کی' لحاظ ہو تو اللہ تعالیٰ کا' باقی سب پر ان جذبات کا پرتو پڑے گا۔ ماں باپ کی ہم اس لئے خدمت کرتے ہیں کہ ان کی خدمت کرنے سے اللہ راضی ہو گا۔ اگر نہ کی تو اللہ ناراض ہو گا۔ بیوی کی اس لئے خدمت کرتے ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ میری ان باتوں کا آپ کے دلوں پر اثر ہو۔ اور آپ کی اصلاح ہو جائے۔ آپ کی اصلاح ہو گی تو ممکن ہے اس کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ (نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔) رہنمائی کرنا میرا فرض ہے اور عمل کرنا آپ کے ذمہ فرض ہے۔

قوت ارادی دل میں پیدا ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں میں نہیں ۔ اس لئے دل بادشاہ ہے۔ ہاتھ پاؤں اور باقی اعضا اس کی فوج ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ فَاِذَا فَسَدَتْ

فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (ترجمہ) بے شک (انسان کے) جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ کہ جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سالمؔ دل' اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ترجمہ جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔ اللہ کے لئے بغض رکھا۔ اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا تحقیق اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا اس کے ماتحت اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سب سے منقطع ہو کر ایک اللہ کا ہو کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

جس سے وہ تعلق رکھنے کی اجازت دے اس سے تعلق رکھا جائے۔ اور جس سے وہ تعلق منقطع کرنے کا حکم دیں اس سے منقطع کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ

فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوفًا" ترجمہ:۔
اور اگر وہ (تیرے والدین) کوشش کریں اس بات کی کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے۔ جس کا تجھے علم نہیں۔ پس تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ اور ان کے ساتھ دنیا میں حسن سلوک سے زندگی بسر کر)۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا مافی الضمیر بیان فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

سورۃ المجادلہ رکوع نمبر۳ پارہ نمبر۲۸ میں اللہ تعالیٰ اپنے قلب سلیم والے بندوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔
لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْآ اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْاِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ

ترجمہ: نہ پائے گا تو ایسی قوم جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو۔ کہ وہ دوستی رکھیں ان لوگوں سے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا

ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے رشتہ دار ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان پکا ہو چکا ہے۔

اس قسم کے حضرات کا سب کے ساتھ تعلق اللہ کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ جو خدا کا دوست ہے وہ ان کا بھی دوست ہو گا۔ اور جو خدا کا دشمن ہے ان سے یہ دوستی نہیں رکھتے گویا کہ اللہ کے تعلق کی بنا پر ان کی دوستی اور دشمنی ہوتی ہے۔ یہ برادری کے ساتھ جہاد ہے۔ کافر کے ساتھ جہاد آسان ہے۔ مگر برادری کے ساتھ جہاد مشکل ہے۔ کافر کے مقابلہ میں ہتھیار لے کر گئے۔ یا اس کو جہنم رسید کر دیا اور یا خود شہید ہو گئے۔ مگر بے دین برادری کے خلاف

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا

معاملہ ہوتا ہے۔

مثلاً" برادری بیاہ شادی میں باجا بجانے پر مجبور کرتی ہے۔ ہم نہ ان سے اتفاق کر سکتے ہیں اور نہ ہتھیار اٹھا کر ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے مضبوط ایمان عطا فرما دیتے ہیں۔ اس صورت میں اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہیں رہتی۔ اگر

ایمان کمزور ہو تو برادری اللہ کی نافرمانی کرا دیتی ہے۔
میری معروضات کا آخری نکتہ یہ ہوتا ہے کہ
بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے ان کے کمالات کا عکس پڑتا ہے۔ کوئی فن ایسا نہیں جو ماہر فن کے پاس ایک دو دن بیٹھنے یا کبھی کبھی اس کی ملاقات کرنے سے حاصل ہو سکے۔ کیا درزی' بڑھئی' لوہار' معمار وغیرہ کا کوئی بھی فن ایسا ہے جو مدت مدید کی صحبت استاد کے بغیر حاصل ہوتا ہے؟۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ جس عقل سے دنیا کے کاموں میں چلتے ہیں۔ اسی عقل سے دین کے معاملہ میں کیوں کام نہیں لیتے۔ جس کی صحبت میں اصلاح ہوتی نظر آئے۔ اس کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ دنیوی علوم و فنون میں بھی یہی ہوتا ہے کہ استاد کچھ زبان سے بیان فرما کر سکھاتا ہے۔ اور کچھ اپنی عقل سے۔ روحانی تربیت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ کامل کبھی کچھ ارشاد فرما کر اور کبھی اپنے عمل کے ذریعہ طالب کی تربیت فرماتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ انسان من کل الوجوہ سالم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ کامل

کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت ہو۔ آنحضرت ﷺ رحمتہ اللعالمین ہیں۔ مگر جن کے اپنے اندر ایمان نہ تھا۔ آپ سے عقیدت نہ تھی اور ادب سے اطاعت نہیں کرتے تھے۔ آپ کی صحبت بھی ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکی۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضراز آب حیواں تشنہ مے آرد سکندررا

اسی قسم کے بد قسمت لوگوں کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے۔
اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

ترجمہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر دفعہ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ پس اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے بخشے جاتے تو میں اس سے بھی زیادہ دعائے مغفرت کرتا۔

میں نے ان گنہگار آنکھوں سے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں یہی دیکھا کہ عقیدت ' ادب اور اطاعت کرنے والے چند

ونوں میں جھولیاں بھر کر لے گئے۔ اور جنہوں نے عقیدت ادب اور اطاعت نہیں کی' وہ ساری عمر صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے۔ اینٹ اگر بھٹہ میں ڈالی جائے اور نہ پکے تو وہ پلی کہلاتی ہے'۔ کہتے ہیں کہ پلی سے کچی اینٹ اچھی ہوتی ہے۔ کہ وہ بارش کا مقابلہ پلی سے زیادہ کرتی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی اللہ والے کے ہاں لے جائیں تو وہاں سے پک کر نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تجارت' ملازمت' زراعت سب کا ایک ہی مقصد ہونا چاہئے۔ کہ حلال کی روٹی کما کر خود بھی کھائیں' بیوی بچوں کو کھلائیں' اور والدین اگر زندہ ہوں تو ان کی خدمت کریں۔ اس صورت میں یہ سب کام عبادت تصور ہوں گے۔ اگر ایک شخص خدا کو راضی کرنے کے لئے فارغ وقت میں نوافل پڑھتا ہے۔ اور دوسرا اللہ کی رضا کے لئے جنگل میں جا کر نمازیوں کے لئے ڈھیلے لاتا ہے۔ تو اللہ کے ہاں دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ دونوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے گویا کہ نفلی عبادت کی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو سالم دل لے کر اس کی بارگاہ میں جانے

کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اس کی تدبیر ایک ہی ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم ہو۔ اور اللہ والوں کی صحبت ہو۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ

ترجمہ: پابند رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو صبح اور شام رب کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ (اور وہ اسی کی رضا کے طالب ہیں)۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سالم دل اللہ تعالیٰ کے ہاں لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۱۲ صفر المظفر ۷۵ ۱۳ھ بمطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

سبیل الرشد اور سبیل الغی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

دنیا میں دو راستے ہیں ایک سبیل الرشد اور دوسرا سبیل الغی ۔ دونوں کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ سورۃ الاعراف رکوع نمبر ۱۷ میں فرماتے ہیں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ

ترجمہ: میں ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا۔ اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بنائیں گے۔ اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں گے۔ یہ اس

سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا اور ان سے غافل رہے)

اللہ کا حکم ماننے کے لئے جھکنا پڑتا ہے۔ اس کی بسم اللہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے متودب ہو کر بیٹھنا۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب نہیں کرتے وہ اللہ کے حکم کے سامنے اکڑتے ہیں۔ اور ہدایت کی بجائے گمراہی کے راستہ کو اپنا مسلک بناتے ہیں۔ وہ متکبرانہ الفاظ کہہ کر ہدایت کے راستے سے بھاگتے ہیں۔ مثلاً" اگر وعظ و نصیحت کی مجلس ہو اور ان سے شامل ہونے کے لئے کہا جائے۔ تو طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ اگر کوئی گویا آ جائے تو خود کہیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلنا۔ اللہ کے ہر حکم میں دنیا کی عزت اور آخرت کی نجات کا راز مضمر ہے۔ سورۃ النحل رکوع نمبر۱۳ پارہ نمبر۱۴ میں فرماتے ہیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوا يَعْمَلُوْنَ (ترجمہ) جو شخص نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ بشرطیکہ ایماندار ہو۔ تو ہم اس کو ضرور بالضرور

ستھری زندگی عطا کریں گے۔ اور ان کے اچھے کاموں کا ضرور بالضرور اجر دیں گے۔

دنیا دار شادی پر زیر بار ہو جاتے ہیں۔ آج ہی میں مولوی حمید اللہ کی شادی کر کے آیا ہوں۔ میں نے نہ کچھ دیا اور نہ لیا۔ لڑکی والوں نے اگر کچھ دیا تو اپنی بیٹی کو دیا۔ ہم نے اگر کچھ دیا تو اپنی بہو کو دیا۔ دنیا دار کے لئے شادی عذاب الٰہی بن جاتی ہے۔ قناتیں اور شامیانے آ رہے ہیں 'میزیں اور کرسیاں آ رہی ہیں ۔ ہمارا ولیمہ فرش زمین پر ہو گا۔ ہماری برادری یہاں بیٹھی ہے۔ کل رات وہاں آرام سے سوئے تھے آج یہاں آرام سے سوئیں گے ۔ نہ شادی کی فکر تھی اور نہ ولیمہ کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو راستہ سمجھاتے ہیں اس میں دنیا کی بھی عزت فرحت اور راحت ہوتی ہے۔ دنیادار احکام الٰہی کی خلاف ورزی کر کے دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اوپر والی آیت میں اس کا یہی سبب اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

یہ دنیا وہ بہشت تو نہیں بن سکتی جس کے ہمیں قرآن مجید میں وعدے دیئے گئے ہیں۔ البتہ قرآن مجید کے راستے پر

چلنے سے ہر ممکن آرام مل سکتا ہے۔ سبیل الرشد قرآن ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ ایمان عطا فرماتے ہیں وہ اللہ کی ہر بات کو مانتے ہیں۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے لڑکیوں کی شادیاں بھی اسی طرح کی تھیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم سوہدرہ والوں نے مجھے خط لکھا کہ مجھے رشتہ کی ضرورت ہے۔ میں نے ان کو لکھا کہ مجھے ملئے۔ وہ آئے تو میں نے ان کو بتلایا کہ لڑکی فلاں فلاں کتابیں پڑھی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اسکول کی پڑھی ہوئی نہیں چاہئے۔ میں نے کہا کہ اسکول میں نہیں پڑھی اپنی والدہ سے پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے گھر والوں کو لا کر دکھا لوں میں نے کہا گھر والوں کو دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ کے گھر والے دیکھ لیں۔ میں نے کہا ہمارے گھر والوں نے دیکھی ہوئی ہے۔ اگر رشتہ منظور ہو تو لے لیں۔ ورنہ کسی سے ذکر نہ کریں۔ کہ فلاں رشتہ احمد علی نے پیش کیا تھا۔ اور میں نے انکار کیا۔ کہنے لگے نہیں کروں گا۔ پھر میں نے کہا کہ میری لڑکی ہے۔ انہوں نے کہا مجھے منظور ہے۔ میں نے کہا کہ میں ابھی نکاح پڑھا دیتا

ہوں اور لڑکی کو رخصت کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک جلسہ پر باہر جانا ہے وہاں سے واپس آؤں گا تو نکاح کر دیجئے گا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ زیور وغیرہ کیا لاؤں میں نے کہا کچھ لانے کی ضرورت نہیں۔ جو آپ نے دینا ہے گھر لے جا کر دے دیجئے گا۔ ہم نے جو دینا ہے وہ بند کر کے دے دیں گے۔

سورۃ لقمان رکوع نمبر ۲ پارہ ۲۱ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ سے مراد انبیاء ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق سورہ ص رکوع نمبر ۲ پارہ نمبر ۲۳ میں فرماتے ہیں۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ (ترجمہ: پس انہوں نے (داؤد) نے اپنے رب سے مغفرت مانگی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع کیا۔

میری تقریر کا آخری مرکزی نکتہ یہی ہوتا ہے۔ بلے

میوۃ زمیوہ رنگ گیرد

جن پر قرآن اور سنت کا رنگ چڑھا ہوا ہے ان کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہوتا ہے۔

دنیا دار پر اللہ کی مخالفت سے بار پڑ جاتا ہے۔ اور دیندار سے بار اتر جاتا ہے۔ مشکوۃ شریف میں باب الاعتصام بالکتب والسنۃ فصل ثالث میں اسی موضوع کے متعلق ایک حدیث ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ضرب اللّٰہ مثلاً صراطا مستقیما و عن جنبتی الصراط سوران فیھما ابواب مفتحہ وعلی الابواب ستور مرخاۃ وعند راس الصراط داع یقول استقیموا علی الصراط ولا تعوجوا وفوق ذلک داع یدعوا کلماھم عبد اَنْ یَّفْتَحَ شَیْئاً مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَیْحَکَ لَا یَفْتَحْہُ فَاِنَّکَ اِنْ یَفْتَحہ تَلِجْہُ ثُمَّ فَسَّرَہٗ فَاَخْبَرَ اَنَّ الصِّرَاطَ ھُوَ الْاِسْلَامُ وَاَنَّ الْاَبْوَابَ الْمُفَتَّحَۃَ مَحَارِمُ اللّٰہِ وَاَنَّ السُّتُوْرُ الْمُرْخَاۃَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَاَنَّ الدَّاعِیَ عَلٰی رَاسِ الصِّرَاطِ ھُوَ الْقُرْآنُ وَ اَنَّ الدَّاعِیَ مِنْ فَوْقِہٖ ھُوَ وَاعِظُ اللّٰہِ فِی قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سیدھے راستے کی ایک مثال

بیان کی اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ اور دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں۔ اور دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور راستہ کے سرے پر ایک آدمی کھڑا ہوا ہے۔ جو پکار کر کہتا ہے راستہ پر سیدھے چلے آؤ اور ادھر ادھر نہ ہو۔ اور اس دیوار کے اوپر ایک اور داعی ہے۔ جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کسی دروازہ کا پردہ ہٹانا چاہتا ہے۔ تو وہ پکار کر کہتا ہے افسوس ہے تجھ پر اس کو نہ کھول۔ اگر تو اس کو کھولے گا تو اس کے اندر داخل ہو جائے گا۔

یہ مثال بیان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی۔ کہ سیدھا راستہ تو اسلام ہے۔ اور جو دروازے کھلے ہوئے ہیں ان س مراد وہ چیزیں ہیں جن کو خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ اور جو پردے پڑے ہوئے ہیں وہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور وہ داعی جو راستہ کے آخر پر کھڑا ہوا ہے وہ قرآن ہے۔ اور وہ داعی جو راستہ کے اوپر کھڑا ہے وہ اللہ کا واسطہ ہے۔ جو ہر مومن کے دل میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائے۔ اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین

۱۲ صفر المظفر ۷۵ ۱۳ھ بمطابق ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء

حیٰوۃ طیبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

ہمارا ایمان ہے کہ انسان کی زندگی کے لئے دو جہان ہیں۔ ایک یہ جس میں اب زندگی بسر کر رہے ہیں اسے دنیا کہا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جس میں مرنے کے بعد قدم رکھنا ہے اسے آخرت کہا جاتا ہے۔ دوسرے جہاں کے پھر دو حصے ہیں ایک حصہ قبر میں دفن ہونے کے بعد میدان محشر میں کھڑے ہونے تک، اور دوسرا حصہ میدان محشر سے شروع ہو کر ابدالاباد (ہمیشہ ہمیشہ) تک۔

تینوں حصوں میں خوشگوار زندگی

اس شخص کی بسر ہو گی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے اعلان فرمایا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ

فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَاكَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (سورہ النحل رکوع نمبر ۱۳ پارہ نمبر ۱۴)

ترجمہ: جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے)۔

اللہ تعالیٰ کا ہر فرمان سچا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن میں اعلان ہے

تَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا (سورۃ الانعام رکوع نمبر ۱۴ پارہ ۸) ترجمہ : اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچ ہوئی ہیں۔

لہٰذا میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جو شخص دنیا اور آخرت کی زندگی خوشگوار بنانا چاہے وہ قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بنائے ۔ اور جس طرح قرآن مجید ہر معاملہ میں راہنمائی فرمائے اسی طرح ہر معاملہ کو درست کرتا جائے۔ انشاء اللہ یقیناً دنیا بھی

اس کے لئے راحت کا گہوارہ بن جائے گی اور آخرت میں بھی بہتری کی توقع ہو جائے گی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں حیوۃ طیبہ عطا فرمائے۔

(آمین یا الہ العالمین)